www.pakistanipoint.com
پاکستانی پوائنٹ
اردو ادب کی بہترین ویب سائٹ

عمران سیریز

میڈم منگانو

مکمّل ناول

ایم اے راحت

اشرف بُک ڈپو
پاک گیٹ
مُلتان

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات
اور پیش کردہ سچوئشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی
جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کیلئے
پبلشرز، مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہونگے۔

ناشران ----- محمد بلال قریشی

-------- محمد ارسلان قریشی

پرنٹر ------- محمد یونس

طابع -------- ندیم یونس پرنٹرز لاہور

قیمت ------- 40/- روپے

اندازِ راحت

السلام علیکم

عمران سیریز کا نیا ناول حاضر ہے۔ ایکشن، سسپنس، مزاح، ہلکی پھلکی تفریح سے مزین یہ ناول آپ کے ذوق طبع پر پورا اترے گا انشاء اللہ۔ اصل میں ناول تو آپ پڑھ ہی لیں گے۔ مہینے میں ایک بار تو آپ سے باتیں ہوتی ہیں تو آیئے کچھ لطیفے ہو جائیں۔

لطیفوں کا بھی ایک خاص مزاج ہے۔ کچھ لوگوں کو خاص طور پر لطیفوں کا کردار بنایا گیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیوں۔ یہ بات ہر شخص سے منسوب کی جا سکتی ہے۔ ایک کردار پروفیسر صاحب کا ہے ان کے بارے میں خاص طور پر لطیفے گھڑے جاتے ہیں۔ مثلاً۔

"آج صبح میں اپنی چھتری یہاں بھول گیا تھا"۔ ایک غیر حاضر دماغ پروفیسر نے ایک دکاندار سے کہا۔

"جی ہاں۔ لیکن آپ کو یاد کیسے آیا کہ آپ چھتری یہاں بھول گئے تھے"۔ دکاندار نے پوچھا۔

"دراصل جب بارش بند ہوئی تو مجھے چھتری بند کرنے کا خیال آیا اور جب میں نے اپنا ہاتھ نیچے کیا تو اس میں چھتری نہیں تھی"۔ پروفیسر نے جواب دیا۔

پتا نہیں پروفیسر صاحب کو بارش میں بھیگنے کا خیال کیوں نہیں

آیا۔ بس یار لوگوں کا شوق ہے ورنہ پروفیسر حضرات تو صاحب علم ہوتے ہیں۔

خیر چھوڑیئے۔ کل بازار میں نکلے تو ایک خاتون کو کار چلاتے دیکھا۔ پہلے اپنی اور پھر ان کی زندگی کے لئے دعائیں مانگیں کیونکہ جس طرح وہ کار چلا رہی تھیں بس اللہ یاد آ رہا تھا۔ ہم تو خیر بچ گئے لیکن وہ شیر۔

ایک شکاری شکار کے مقابلے میں اپنی بیگم کو بھی ساتھ لے گیا۔ ایک ہفتے کے بعد مقابلہ ختم ہوا تو شکاری کو دو انعام ملے۔ ایک تو مرغابیوں کے شکار پر دوسرا شیر کے شکار پر۔ ایک اخباری نمائندے نے شکاری سے پوچھا۔

"آپ نے شیر کا شکار کیسے کیا"۔

"اب آپ سے کیا چھپاؤں۔ ہم جنگل میں جیپ میں سفر کر رہے تھے۔ میری بیوی نے کہا جیپ میں چلاؤں گی یہاں کون سا ٹریفک ہے اور بدنصیب شیر جیپ کے سامنے سے گزر گیا تھا۔

اللہ حافظ

ایم اے راحت

فون کی گھنٹی دیر سے بج رہی تھی۔ عمران غسل خانے میں تھا اور یہ بات سلیمان کو معلوم تھی۔ لیکن وہ اس وقت ہانڈی بھون رہا تھا اور اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔

پھر جب فون بند ہی نہ ہوا تو اس نے جھلا کر چولہا بند کر دیا اور پاؤں پٹختا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ بڑبڑاتا جا رہا تھا۔

"جینا حرام ہو گیا ہے۔ کاش یہ جھنجھنا ایجاد ہی نہ ہوتا جب دیکھو ٹرن ٹرن"۔ پھر اس نے رسیور اٹھا لیا تھا اور ماؤتھ پیس میں بولا تھا۔

"ہالو۔ کیا مصیبت آئی ہے"۔

"سو رہے تھے"۔ ایک نغمہ بار آواز سنائی دی۔ آواز اتنی خوبصورت تھی کہ سلیمان کا غصہ کافور ہو گیا۔

"یہ کوئی سونے کا وقت ہے"۔ اس نے کہا۔

"یہی تو میں بھی کہہ رہی تھی کہ یہ سونے کا وقت تو نہیں ہے"۔

Pakistanipoint Waqar Azeem

"لو تم کس سے کہہ رہی تھیں"۔ سلیمان نے مسخرہ بننے کی کوشش کی۔

"دل ہی دل میں کہہ رہی تھی"۔ جواب ملا۔

"اچھا دل میں کہہ رہی تھیں"۔

"ہاں۔ تم عمران ہی بول رہے ہو ناں"۔

"اگر عمران بول رہے ہیں تو بھلا تم کیا کرو گی"۔

"تم سے باتیں کروں گی"۔

"تو کرو"۔

"کیا تم قتل ہونا چاہتے ہو"۔ نسوانی آواز سنائی دی اور سلیمان نے رسیور کان کے پاس سے ہٹا کر اسے گھورا اور پھر سمجھ گیا کہ وہ جو کوئی بھی بول رہی ہے مذاق میں یہ بات کہہ رہی ہے۔ چنانچہ اس نے بھی مذاق کا یہ موڈ برقرار رکھا اور کہنے لگا۔

"قتل ہونا تو نہیں چاہتا لیکن تم پر مرمٹنا چاہتا ہوں"۔ جواب میں اسے ایک ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا۔ پھر آواز آئی۔

"تو مرمٹو"۔

"آواز پر تو مرمٹا ہوں، صورت اگر نظر آجائے"۔

"وہ تو نظر آہی جائے گی۔ بھلا تمہیں اپنا چہرہ دکھائے بغیر قتل کیسے کر سکتی ہوں"۔

"وہ ایک شعر سنا ہے تم نے"۔ سلیمان بولا۔

"کون سا شعر"۔

"سناتا ہوں ابھی"۔

"سناؤ ذرا جلدی"۔

"سنو"۔

یارب نگاہ ناز پہ لائسنس کیوں نہیں
یہ بھی تو قتل کرتی ہے شمشیر کی طرح

"واہ واہ مزہ آگیا۔ لیکن یہ شعر تمہارا تو نہیں ہے"۔

"اب جس کا بھی ہے۔ مگر ایک بات بتائے دے رہا ہوں تمہاری آواز بہت اچھی ہے"۔ سلیمان نے کہا۔ عمران کے ساتھ رہتے رہتے وہ خود بھی خاصا تیز ہو گیا تھا۔ ٹیلی فون پر جولیا اور عمران کی دوسری شناساؤں کی آوازیں اچھی طرح پہچانتا تھا اور یہ آواز کسی شناسا کی آواز نہیں تھی۔ کوئی لڑکی عمران سے فلرٹ کر رہی تھی تو سلیمان نے سوچا کہ چلو گپیں ہی لڑائی جائیں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"عمران میں تمہیں یاد ہوں"۔

"اللہ قسم پہلے کبھی نہیں دیکھا"۔

"مگر میں تو تمہیں خوابوں میں دیکھتی رہتی ہوں"۔

"ہلکی پھلکی چیزیں کھایا کرو۔ مونگ کی دال اور وہ بھی میرے ہاتھ کی پکی ہوئی ہو تو معدہ کبھی خراب نہیں ہوتا اور جب معدہ ٹھیک ہوتا ہے تو خواب کبھی نظر نہیں آتے"۔

"بڑے منطقی آدمی ہو بہر حال میں سچ کہہ رہی ہوں۔ مرنا چاہو تو جھریال کے علاقے میں آجاؤ"۔

"کہاں"۔

"جھریال"۔

"تم تو سنجیدہ لگ رہی ہو"۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے کیا میں مذاق کر رہی ہوں"۔ لڑکی نے کہا۔

"یعنی ۔ یعنی کہ سچ مچ مجھے قتل کرنا چاہتی ہو"۔

"ہاں یقین کرو"۔

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ میں عمران نہیں سلیمان بول رہا ہوں"۔

"کیا"۔

"ہاں"۔

"اوہ یو....." لڑکی دانت پیس کر بولی۔ "تو تم عمران نہیں ہو"۔

"نہیں ، میں عمران نہیں ہوں، قتل کرنا ہو تو ....." اس وقت عمران واش روم سے برآمد ہوا تھا اور سلیمان نے جلدی سے کہا تھا۔

"آپ کا فون ہے صاحب"۔ فون کا رسیور عمران کے ہاتھ میں دے کر وہ برق رفتاری سے باہر نکل گیا تھا۔ عمران نے رسیور کان سے لگایا اور بولا۔ "ہیلو"۔

"ہیلو"۔ دوسری جانب سے آواز سنائی دی۔

"جی فرمایئے"۔ عمران نے کہا۔

"کون صاحب بول رہے ہیں"۔

"علی عمران"۔

"اور یہ پہلے جو بول رہا تھا وہ کون تھا"۔

"سلیمان"۔ عمران نے کہا۔

"وہ کون ہے تمہارا"۔

"ان داتا"۔

"یعنی"۔

"باورچی"۔ عمران نے کہا اور دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی سنائی دی"۔

"بہت کمینہ انسان ہے"۔

"پتہ چل گیا تمہیں بھی"۔

"ہاں ۔ تمہارے نام سے بول رہا تھا"۔

"اچھا خیر چھوڑیئے اس بات کو ۔ آپ یہ فرمایئے آپ کون ہیں"۔

"تمہاری قاتل"۔

"جی منہ دھو کر رکھیئے ۔ کوئی عورت میری قاتل ہو ہی نہیں سکتی"۔

"یہی تو ثابت کرنا ہے"۔

"تو ثابت کیجئے"۔

"کیا تم قتل ہونا چاہتے ہو"۔

"پیدائش کے پہلے دن سے اس خواہش میں جی رہا ہوں"۔ عمران نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے جھریال آجاؤ"۔

"کہاں"۔

"افوہ ۔ پاگل خانہ معلوم ہوتا ہے یہ گھر ۔ پہلے وہ گدھا بھی یہی پوچھ رہا تھا کہ کہاں آجاؤں ۔ جھریال کے بارے میں کچھ نہیں جانتے"۔

"جھریال پارک"۔

"ہاں اسی کی بات کر رہی ہوں"۔

"تو پھر وہاں کیا ہوگا"۔

"تمہیں قتل کر دیا جائے گا"۔

"چل جھوٹی"۔ عمران نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"یقین کر لو"۔

"کب پہنچنا ہے"۔

"شام کو چار بجے تک آجاؤ"۔

"تمہیں پہچانوں گا کیسے"۔

"بس جب میں تمہاری گردن پر چھری پھیر دوں تو مرتے وقت مجھے دیکھ لینا"۔

"ٹھیک ہے چار بجے تم سے جھریال میں ملاقات ہو گی لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو"۔

"کیا"۔

"عورت کی بچی ہو تو آنا ضرور"۔ عمران بولا اور دوسری طرف سے نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ پھر آواز آئی۔

"ہاں ضرور آؤں گی لیکن تم بھی ایک بات ذہن نشین کر لو"۔

"کیا"۔ عمران نے کہا۔

"مرد کے بچے ہو تو وہاں پہنچنا ضرور"۔

"میں ضرور پہنچوں گا۔ کیونکہ ڈیڈی کی حرمت پر داغ آنے نہیں دے سکتا"۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ اب جھریال پر ہی ملاقات ہو گی۔ عمران نے کہا اور دوسری طرف سے لائن بے جان ہو گئی۔ عمران فون کا رسیور ہاتھ میں لئے بیٹھا رہا۔ پھر رسیور رکھ کر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور سلیمان کو آواز دی۔ سلیمان دو تین آوازوں پر تو نہیں آیا تھا جو تھی آواز پر وہ ڈرا ڈرا سہما سہما سا پہنچ گیا۔

"اب وہ خود مذاق کر رہی تھی تو میں کیا کروں

"نہیں وہ بہت سنجیدہ ہے"۔

"مگر تھی کون"۔

"قاتلہ"۔

"کیا مطلب"۔

"وہ تجھے قتل کرنا چاہتی ہے"۔

"مم مجھے کیوں"۔ سلیمان نے گھبرا کر کہا۔

"فون پر اس نے تجھے بتایا تھا"۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں مگر نام آپ کا لے رہی تھی"۔

"تو نے بتایا نہیں کہ تو سلیمان ہے"۔

"بعد میں بتا دیا تھا"۔

"تو اب میں کیا کروں۔ وہ تیرے پیچھے پڑی ہوئی ہے"۔ عمران

سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"مذاق کر رہی تھی صاحب"۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ وہ بہت سنجیدہ ہے کہتی ہے کہ کسی کو قتل کرنا چاہتی ہے اور سلیمان اسے پسند آگیا ہے۔ کہہ رہی تھی کہ اس کی آواز بمبو کمار سے ملتی ہے"۔

"کون بمبو کمار"۔ سلیمان نے پوچھا۔

"مجھے کیا پتہ کہ وہ کون ہے"۔

"تو پھر صاحب مجھے کیوں ڈرا رہے ہو۔ بھاڑ میں گیا بمبو کمار۔ مجھے کسی سے نہیں ملنا"۔

"مگر پیارے سلیمان میں نے وعدہ کر لیا ہے"۔

"کیا"۔

"یہی کہ تو جھریال آئے گا اور قتل ہو جائے گا"۔

"واہ صاحب میں کیوں جاؤں گا جھریال۔ پاگل سمجھا ہے کیا، لعنت بھیجتا ہوں میں جھریال پر"۔

"مگر تو نے اپنے آپ کو عمران کہہ کر اس سے بات کی تھی"۔

"بس وہ غلطی ہو گئی صاحب"۔

"نہیں پیارے سلیمان تجھے جھریال جانا ہوگا"۔

"ارے واہ حرام موت کون مرنا چاہتا ہے صاحب میں نہیں جاؤں گا"۔

"جانا ہوگا۔ تیرے فرشتوں کو بھی جانا ہوگا"۔ عمران نے فیصلہ کن

لہجے میں کہا۔

"تو آپ فرشتوں کو بھیج دیجئے میری ہانڈی جل رہی ہے بس تیار ہونے کو ہے"۔

"سلیمان"۔ سلیمان نے غراتے ہوئے کہا۔

"بھاڑ میں گیا سلیمان۔ سلیمان نے کہا اور جلدی سے دوڑ کر کچن میں داخل ہو گیا۔ پھر اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا اور عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہی تھی۔

آج کل ویسے بھی کوئی خاص کام ہاتھ میں نہیں تھا اور عمران کا ذہن ایسی مصروفیات تلاش کر رہا تھا جس میں وقت سکون سے کٹے، سارے معاملات ہی سکون سے چل رہے تھے۔ لڑکی عمران کی کوئی پرانی شناسا ہی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن عمران بھلا ان لوگوں میں سے کہاں تھا جو اپنی پرانی شناساؤں کو یاد رکھے۔ ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ وقت گزر جاتا تھا اور بات ختم ہو جاتی تھی۔ اب یادداشتوں کے خانے کو کون تلاش کرتا پھرے۔ لیکن بہرحال کوئی تفریح درکار تھی۔

جھریال کا علاقہ بھی ایسا ہی خوبصورت تھا۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ حکومت نے بلکہ محکمہ سیاحت نے ایک بہت خوبصورت علاقے کو تاکا تھا۔ جہاں ایک قدرتی آبشار تھا۔ اس سے پہلے اس آبشار کا کوئی خاص مصرف نہیں تھا۔ لیکن پھر باذوق نگاہوں نے قرب وجوار کا جائزہ لینے کے بعد وہاں ایک انتہائی خوبصورت پارک تیار کر لیا تھا۔ سڑک قریب سے گزرتی تھی بس پارک تک جانے کے لئے ذیلی سڑک بنائی

بڑی تھی اور فاصلہ شہر سے اتنا رکھا گیا تھا کہ وہاں زیادہ رش نہ ہو سکے۔ خوبصورت پھولوں کے تختے لگا کر جھریال کے علاقے کو حسین ترین بنا دیا گیا تھا۔ آبشار سے مدد ملی تھی اور محکمہ سیاحت نے بلدیہ کی مدد سے ایک ایسا حسین پارک تیار کیا تھا کہ لوگوں میں اس کے چرچے عام ہو گئے تھے اور اس کی حیثیت بین الاقوامی قسم کی تھی۔ آبشار ہی سے بہنے والی ندی سے پانی کاٹ کر لایا گیا تھا اور ایک جھیل بنا دی گئی تھی۔

جھیل کے ذیلی حصوں میں بڑے بڑے سوئمنگ پول بنائے گئے تھے جن کا بلدیہ زبردست کرایہ وصول کرتی تھی اور سر پھرے دولتمند اس جگہ پر بڑی بڑی تفریحات اور پارٹیاں کیا کرتے تھے۔ عام ہوٹلوں کو ٹھیکہ نہیں دیا گیا تھا، بلکہ بلدیہ کی طرف ہی سے کئی خوبصورت ریستوران بنائے گئے تھے جو اپنی مثال آپ تھے۔ غرضیکہ یہ علاقہ ان دنوں شہر میں ایک اہم مقام حاصل کر چکا تھا اور بڑے بڑے لوگ وہاں سیاحت کے لئے جانا شان کی بات سمجھتے تھے، عمران بھی ایک دو بار وہاں جا چکا تھا اور خود اسے وہ جگہ بہت پسند آئی تھی پھر وہ مسکراتے ہوئے سوچنے لگا کہ کیوں نہ لڑکی کی دعوت پر جھریال کا ایک چکر لگا ہی لیا جائے، لیکن اس قسم کے تفریحی معاملات میں تنہا جانا دلچسپ نہیں رہے گا۔ ساتھی کسے بنایا جائے۔ جولیا ذہن میں آئی اسے تنگ کرنے میں خاصا لطف آتا تھا لیکن پھر ذرا سوچنا پڑا، اب بالکل ہی آنکھیں بند نہیں کی جا سکتی تھیں ..... یہ دعوت کسی نہ کسی شکل میں خطرناک بھی

ثابت ہو سکتی تھی اور ویسے بھی ایک لڑکی کا معاملہ تھا چنانچہ اس پر غور کرنا پڑے گا، جولیا کی موجودگی گڑبڑ بھی کر سکتی تھی بہرحال پھر ذہن نے ایک فیصلہ کر ہی لیا، سپرنٹنڈنٹ فیاض اور سو فیصد ہی سپرنٹنڈنٹ فیاض، بس بات ذہن میں آئی اور وہ تیاریاں کرنے لگا۔ فیاض کو تلاش کرنا ویسے بھی مشکل کام نہیں تھا، اس وقت اپنے دفتر ہی میں تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد عمران فیاض کے آفس پہنچ گیا اس نے پہلے فیاض کو فون کر کے پوچھ لیا تھا کہ وہ کہاں ہے، لیکن فیاض کے فرشتوں کو بھی یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ فون کرنے والا عمران تھا عمران کو دیکھ کر فیاض ایک دم سنبھل گیا تھا ویسے کمرے میں سیکرٹری موجود نہیں تھی، عمران نے اسے دیکھا، غور سے دیکھتا رہا اور پھر بے اختیار ہنس پڑا۔

"تشریف لایئے"۔ فیاض اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"جی نہیں میرے پاس کبھی تشریف نہیں رہی، ویسے آپ کی تشریف کہاں چلی گئی"۔

"بیٹھو"۔

"میرا خیال ہے وہ آپ کی مونچھیں لے کر بھاگ گئی"۔ عمران نے فیاض کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آمد کا مطلب بتاؤ"۔ فیاض نے کہا۔

"ارے بہت وہ ہو، یعنی وہ، وہ جس میں طوطا بھی آتا ہے اور آنکھ بھی"۔

"طوطا چشم کہنا چاہتے ہیں آپ"۔

"یار فیاض تم تو بڑے تیز آدمی ہو"۔

"میں سمجھتا ہوں بلاوجہ نہیں آئے ہو گے"۔ فیاض بولا۔

"کتنے پیسے ہیں تمہاری جیب میں"۔

"مطلب"۔

"ادھار لینے آیا ہوں"۔

"بکواس کرتے ہو، اب تم ادھار لینے کی پوزیشن میں نہیں رہے"۔

"کیوں میری عمر کچھ زیادہ ہو گئی ہے"۔

"کیا پیو گے"۔

"خون جگر"۔ عمران نے جواب دیا۔

"افسوس وہ میرے پاس نہیں ہے"۔

"درد جگر ہو گا"۔ عمران نے کہا۔

"تمہاری مرضی ہے نہ پینا چاہو نہ سہی"۔

"اس کا مطلب ہے آج کل فرصت سے گزار رہے ہو"۔

"ہونہہ، فرصت اور اس محکمے میں"۔

"تو پھر مصروفیت کوئی ایسی نہیں ہو گی جو تمہارے لہجے میں محبت پیدا کر دے، بڑے خشک انداز میں بول رہے ہو"۔ عمران نے کہا۔

"غور کر رہا ہوں آمد کا مقصد کیا ہے"۔

"لعنت بھیجنے آیا ہوں تمہاری صورت پر"۔ عمران نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے ارے کم از کم لعنت تو بیٹھ کر بھیجو"۔ فیاض نے ایک دم موڈ بدل لیا۔

"یار تم انتہائی عجیب آدمی ہو، دوستی میں اگر ملنے چلا آئے انسان تو تم مشتبہ نگاہوں سے دیکھنے لگتے ہو"۔

"دوست بن کر آئے ہو"۔

"جس دن دشمن بن کر آیا اس دن تمہاری کھوپڑی انڈے کے چھلکے کی طرح صاف ہو گی سمجھے"۔ عمران نے کہا اور فیاض اسے چونک کر دیکھنے لگا۔

"مطلب"۔

"انڈے کا مطلب بتاؤں یا چھلکے کا"۔

"چلو پھر تم خود ہی منہ سے پھوٹو، میں خاموش ہو جاتا ہوں"۔

"جھریال"۔ عمران نے کہا اور فیاض چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب"۔

"جھریال کا مطلب کیا ہوتا ہے"۔

"بھڑیال کا چھوٹا بھائی ہو گا"۔ فیاض نے بہت اچھا جملہ پھینکا۔

"ٹھیک، مگر میں تمہارے چھوٹے بھائی کو نہیں جانتا"۔ عمران نے کہا۔

"ویسے جھریال ایک علاقے کا نام ہے جو آبشار کے گرد پھیلا ہوا ہے"۔

"کینڈل پاور"۔ عمران نے پھر کہا۔

"کینڈل پاور"۔

"ہاں اس کے بارے میں گوہر افشانی کرو"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں کچھ نہیں جانتا"۔

"اور ڈیڈ ہاؤس"۔

"یار کیا بکواس کر رہے ہو"۔

"تفصیل جھریال میں چل کر ملے گی۔ ہو سکتا ہے تمہارا محکمہ یہ کیس تمہارے ہی حوالے کر دے، اگر چاہو تو وقت سے پہلے کچھ معلومات حاصل کر لو" عمران نے کہا اور فیاض چونک کر سیدھا ہو گیا تھا۔

"کوئی گڑبڑ ہے"۔

"شاید ضرورت سے کچھ زیادہ ہی"۔

"اچھا تو تھوڑی بہت تو تفصیل بتاؤ"۔

"یار کینڈل پاور کے نام سے جھریال میں کوئی کارروائی ہو رہی ہے کوئی گروپ ہے، یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ یہ کارروائی کیا ہو سکتی ہے، ممکن ہے جھریال جیسی تفریحی جگہ کو جرم کا اڈا بنایا جا رہا ہو"۔

"تمہیں اس کے بارے میں معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں"۔ فیاض نے سوال کیا۔

"ایک فرشتی آئی تھی آسمان سے وہ کان میں بتا کر گئی ہے"۔

"فرشتی"۔ فیاض ہنس پڑا۔

"بس ٹھیک ہے، میں چلتا ہوں"۔ عمران سچ مچ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ارے بیٹھو میری جان، کیا لڑکیوں جیسے نخرے دکھانے لگے ہو"۔ فیاض نے کہا۔

"شام کو ساڑھے تین بجے روانہ ہونا ہے، آدھے گھنٹے کا سفر ہوگا. چاہو تو میرے فلیٹ پر آجانا"۔

"تو جا کہاں رہے ہو بیٹھو تو سہی"۔

"بس اس سے زیادہ میں تمہارے نخرے برداشت نہیں کر سکتا"۔ عمران نے کہا اور پھر وہ سچ مچ وہاں سے نکل آیا وہ جانتا تھا کہ فیاض پہنچے گا اور یقیناً پہنچے گا۔

جھریال کا علاقہ جگمگا رہا تھا عمران کو اندازہ نہیں تھا کہ اب یہاں اتنے لوگ آنے لگے ہوں گے، سبزہ زاروں میں رنگین لباس بکھرے ہوئے تھے، ریستورانوں میں بے پناہ رش، جگہ بھی واقعی بہت ہی باکمال تھی جسے مزید خوبصورت بنا دیا گیا تھا کاریں جگہ جگہ خوبصورت کھلونوں کی مانند نظر آ رہی تھیں فیاض نے حیرانی سے کہا۔

"واقعی یہاں تو بڑے آرام سے آیا جا سکتا ہے، فاصلہ بھی شہر سے زیادہ نہیں ہے، میرا خیال ہے یہ جگہ ایک انتہائی شاندار تفریح گاہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ابھی اس میں مزید ترقی ہو گی"۔

"ذرا گہری نگاہ سے جائزہ لو"۔

"ہاں میں دیکھ رہا ہوں"۔

"میرا ارادہ یہاں کچھ ہٹ بنانے کا ہے"۔

"کیا"۔ فیاض نے کہا۔

"تو تمہیں اور کس لئے لایا ہوں یہاں"۔

"کیا مطلب"۔ فیاض حیرت سے بولا۔

"مطلب یہ ہے کہ میری تمہاری پارٹنر شپ ہو گی"۔

"یار فضول باتیں مت کیا کرو"۔

"کیا مطلب، پارٹنر شپ نہیں کرو گے"۔

"وہ کینڈل پاور کیا ہے"۔

"کینڈل میں پاور ہوتی ہی نہیں، ارے موم کی بنی ہوئی موم بتی، اس میں بھلا کیا طاقت ہو گی"۔

"مگر تم نے تو کہا تھا"۔

"کیا کہا تھا میں نے"۔

"یہی کہ کینڈل پاور اور وہ جرم منشیات فروشی وغیرہ کا"۔

"ہیں"۔ عمران کی آنکھیں حیرت سے ابل پڑی اور فیاض اسے غصیلی نگاہوں سے گھورنے لگا۔

"تو تم نے مجھے بیوقوف بنایا تھا"۔

"سوپر کتنی بار کہوں کہ جو شے بناتا ہے اللہ تعالیٰ بناتا ہے، میں کیا اور میری مجال کیا"۔ اور فیاض اسے گھورتا رہا پھر ایک دم اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ بولا۔

"چلو بیوقوف ہی بنا کر لائے ہو، تب بھی کوئی بات نہیں ہے جگہ اتنی بری نہیں ہے لیکن اب تھوڑی سی تفریح بھی کرو"۔

"مثلاً"۔ عمران نے کہا۔

"وہ دیکھو، کیا حسین جوڑا ہے"۔ فیاض نے دو لڑکیوں کو دیکھ کر کہا، جو جھیل کے کنارے ٹہلتی ہوئی جا رہی تھیں۔

"ہاں"۔

"ذرا کچھ کر کے دکھاؤ"۔

"بولو"۔

"انہیں ہمارے ساتھ کسی ریستوران میں چائے پینی چاہئے"۔

"ویسے سوپر تمہاری وہ سیکرٹری سمیرا کہاں گئی"۔

"لعنت بھیجو یار، بے وفا قسم کی لڑکی تھی"۔

"ویسے تمہاری سیکرٹری نے کبھی وفا تو نہیں کی"۔

"سیکرٹریوں کو وفادار ہونا بھی نہیں چاہئے ورنہ پھر گلے کا ہار بن جاتی ہیں"۔

"تمہاری بیوی سے بات کروں گا"۔

"فضول دھمکیاں مت دو، میرا خیال ہے تم بات ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو"۔

"مطلب وہ لڑکیاں"۔

"ہاں"۔

"انہیں تم چائے پلانا چاہتے ہو"۔

"لطف آجائے گا، کم از کم یہاں آنے کی قیمت وصول ہو جائے گی"۔

"ٹھیک ہے"۔ عمران نے کہا اور فیاض کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا، دونوں لڑکیاں باتیں کرتی ہوئی جا رہی تھیں، عمران تھوڑا سا فاصلہ کاٹ کر ان کے سامنے سے ان کے پاس پہنچا تھا لیکن اس وقت اس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے اور جب اس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں ہوتے تھے تو وہ بہت پروقار اور دلکش نظر آتا تھا لڑکیوں کے سامنے رک کر اس نے کہا۔

"ایکسکیوزمی"۔ دونوں لڑکیاں اسے رک کر دیکھنے لگی تھیں پھر ان کی آنکھوں میں ناپسندیدگی کے آثار نظر نہیں آئے تھے البتہ وہ سوالیہ نگاہوں سے عمران کو دیکھنے لگی تھیں۔

"معافی چاہتا ہوں میں، لیکن کبھی کبھی کچھ ایسے اقدامات کرنے پڑتے ہیں جو کسی کو زیب نہیں دیتے"۔

"کہیے کیا بات ہے"۔ ایک لڑکی نے مہذب لہجے میں پوچھا۔

"وہ جو سامنے ایک صاحب جا رہے ہیں میرا مطلب ہے وہ کھڑے ہوئے ہیں ان کا نام فیاض ہے، بہت دلچسپ آدمی ہیں حالانکہ اچھے خاصے عمر رسیدہ ہیں لیکن انہیں ایک جنون ہے"۔

"کیا"۔

"خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ بیٹھ کر چائے پینے کا جنون"۔

"ہوں، پھر"۔

"اور جو لڑکیاں انہیں خوبصورت نظر آتی ہیں ان کے ساتھ وہ چائے پینے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں لیکن خود انتہائی احمق آدمی ہیں

اور کبھی یہ جرأت نہیں کر پاتے کہ کسی کو مدعو کریں"۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں"۔

"صرف ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں"۔

"کیا"۔

"ذرا ان کے سر پر دس جوتے لگا دیجئے"۔

"ارے نہیں، خاصی پروقار شخصیت کا مالک ہے"۔

"تو پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر ایک کپ چائے پی لیجئے"۔ عمران نے کہا، ایک لڑکی مسکرا کر دوسری کی جانب دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اور آپ کیا چاہتے ہیں"۔

"نہیں اصل میں اس نے مجھ سے یہ بات کہی تھی کہ اگر میں آپ کو اس کے ساتھ چائے پلانے پر آمادہ کر لوں تو وہ میرا شکر گزار ہوگا"۔

"تو چلئے اچھا ہے وہ آپ کا شکر گزار ہو جائے گا، کیا نام بتایا تھا آپ نے ان کا"۔

"فیاض"۔

"اور آپ کا کیا نام ہے"۔

"عمران"۔

"تو پھر آیئے ہمیں چائے پلایئے، ویسے بھی آپ یقین کریں کہ ہم یہی گفتگو کر رہے تھے کہ اب کسی ریستوران میں بیٹھ کر چائے پینی چاہئے"۔ عمران کو حیرت ہوئی، لڑکیاں اتنی خوش دلی سے اس بات پر آمادہ ہو جائیں گی اسے اس کی امید نہیں تھی، بہر حال وہ لڑکیوں کے

ساتھ فیاض کی جانب بڑھنے لگا اور فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، لیکن بڑی عام اور سادہ سی بات تھی وہ سب فیاض کے قریب پہنچ گئے اور فیاض ہونق نظر آنے لگا۔

"اب انہیں ہیلو بھی نہیں کہو گے"۔ عمران نے کہا۔

"اوہ ہیلو ہیلو"۔

"ہیلو فیاض صاحب کیسے آپ کے مزاج کیسے ہیں"۔ دونوں لڑکیاں بیک وقت بولیں اور فیاض کا سر چکرانے لگا۔

"ٹھٹ ٹھیک ہوں"۔ اس نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرا نام بینا ہے اور یہ میری دوست ماریہ، دونوں لڑکیوں نے اپنا تعارف کرایا، عمران بولا۔

"اور دونوں خواتین تمہاری جیب خاص سے چائے پینے کے لئے آمادہ ہیں"۔

"آیئے آیئے"۔ فیاض ایک دم سنبھل گیا پھر وہ ایک ریستوران میں جا بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد فیاض نے ایک لمبا چوڑا آرڈر دے دیا تھا وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ عمران انہیں بیوقوف بنا کر لایا ہے لیکن بہر حال تھوڑی سی تفریح ہی سہی، ویسے یہاں آکر اسے فرحت ہوئی تھی، چائے کے دوران اس نے بینا سے کہا۔

"مس بینا آپ کے مشاغل کیا ہیں"۔

"بس کوئی خاص نہیں"۔

"تعلیم کتنی ہے آپ کی"۔

"گریجویٹ ہوں"۔

"ملازمت کرتی ہیں کہیں"۔

"نہیں"۔

"کرنا پسند کریں گی"۔

"کیوں یہ سوال آپ نے کیوں کیا"۔ لڑکی بولی۔

"اصل میں مجھے ایک سیکرٹری درکار ہے اور میں اس کے لئے سرگرداں ہوں"۔

"اوہ نہیں جناب۔ میں ملازمت کرنا نہیں چاہتی، ویسے اگر آپ مصر ہی ہیں تو"۔ لڑکی نے اپنا پرس کھولا اور ایک کارڈ نکال کر سامنے رکھ دیا۔ کارڈ پر لکھا ہوا تھا۔

"گناہوں سے تھک گئے ہو تو عبادت کرو"۔

فیاض نے حیرت سے کارڈ کی عبارت دیکھی تھی۔ عمران کی آنکھیں بھی گردش کرنے لگی تھیں۔ پھر دوسری لڑکی نے ایک اور کارڈ نکال کر فیاض کے سامنے رکھا جس پر لکھا ہوا تھا۔

"اور اگر نہ تھکے ہو تو اس ٹیلی فون نمبر پر رابطہ کرو"۔

عمران خود بھی متحیر رہ گیا تھا، ایک لمحے میں اس کی سمجھ میں آگیا تھا کہ لڑکیاں کس قسم کی ہیں، حالانکہ شکل وصورت سے شریف زادیاں ہی نظر آتی تھیں، لیکن بدلے ہوئے زمانے نے شخصیت بھی بدل دی ہیں اور اب کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن فیاض کا منہ بگڑ گیا تھا اور اس کے بعد اس کی کھوپڑی آؤٹ ہی ہو گئی تھی۔ پھر اس نے

جیب سے بل کی رقم نکال کر میز پر رکھی اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"کیوں خیریت آپ آپ"۔ مینا کہنے لگی۔

"آپ کھائیں پئیں۔ یہ بل رکھا ہوا ہے ادا کریں اور دفعان ہو جائیں یہاں سے"۔ فیاض نے کہا اور عمران کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"چلو یار واپس چلتے ہیں"۔

"ارے اتنی جلدی بائی ڈیئر سوپر"۔

"بس چلو۔ دیکھو کمبختوں نے ذہنی کیفیت ہی خراب کر کے رکھ دی"۔

"یار وہ تو ایک مخلصانہ پیش کش تھی"۔

"خون مت جلاؤ۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کوئی پیشہ ور لڑکیاں ہو سکتی ہیں۔ یار عمران کیا زمانہ آگیا ہے"۔

پھر عمران کی کوشش کے باوجود فیاض وہاں نہیں رکا تھا عمران بھی ٹھنڈی سانس لے کر واپس چل پڑا تھا۔ ویسے وہ یہ سوچ رہا تھا کہ جس لڑکی نے اسے دعوت دی تھی، اس کا کہیں نام ونشان نظر نہیں آیا۔ آخر اس دعوت کا مقصد کیا تھا اور پھر اس دعوت کا مقصد واپسی میں اس کی سمجھ میں آگیا۔

کار وہی ڈرائیو کر رہا تھا اور اگر وہ نہ ڈرائیو کر رہا ہوتا تو یقینی طور پر وہ خوفناک حادثہ ہو جاتا جو کسی بھی لمحے متوقع تھا عمران جیسے آدمی کے لئے۔

اس گاڑی پر دونوں میں سے کسی نے توجہ نہیں دی تھی جو ان کے

ہی برابر آئی۔ عمران نے یونہی بس سرسری نگاہ سے سائیڈ مرر میں اسے دیکھ لیا تھا۔ لیکن گاڑی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ اہمیت اس کی کھڑکی سے نکلی ہوئی کلاشنکوفوں کی نالیں تھیں، جنہیں عمران نے بس ایک نگاہ میں محسوس کر لیا تھا۔ موڑ کاٹتے ہوئے گاڑی کی رفتار سست ہو جانا ایک یقینی امر تھا۔ لیکن عمران نے موت کے دہانوں کو دیکھتے ہی ایک بالکل ہی الگ کام کیا تھا۔ اس نے کار کی رفتار انتہائی تیز کر دی اور فیاض بری طرح بوکھلا گیا۔

موڑ خطرناک تھا۔ ذرا سی لغزش ہو جاتی تو گاڑی بہک کر نیچے گہرائیوں میں جا سکتی تھی۔ فیاض ارے ارے ہی کرتا رہ گیا۔ لیکن عمران نے تیز بریکوں کی چرچراہٹ کے ساتھ رفتار تیز رکھی۔ دوسری گاڑی کو البتہ رفتار سست کرنی پڑی تھی ورنہ اس کا ارادہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ سست رفتاری سے گزرتے ہوئے زیادہ آسانی سے ان لوگوں کو نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ پھر دوسرا مرحلہ بھی خطرناک ہی تھا یعنی موڑ عبور کرتے ہی عمران نے کار کو بریک لگا دیئے اور دوسری کار جھونک میں اس کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ لیکن اس میں موجود لوگوں نے اپنا کام بھی فوراً ہی دکھا دیا تھا۔

گولیوں کی تڑتڑاہٹ فضا میں گونجی اور عمران کی کار کی باڈی میں کئی سوراخ ہو گئے۔ لیکن نشانہ صحیح نہیں لیا جا سکا تھا اور اس کی وجہ بھی تیز رفتاری کے ساتھ اچانک ہی کار کا رک جانا تھا۔ اگر وہ اسی رفتار سے بھی چلتی رہتی تو حملہ آوروں کو اتنی دقت نہ ہوتی۔ لیکن عمران کی

یہ چالاکی کام آگئی تھی۔ کار گولیاں برساتی ہوئی طوفانی رفتار سے آگے بڑھ گئی۔ لیکن ان لوگوں نے اپنی اس فائرنگ کا نتیجہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ فیاض ہکا بکا بیٹھا رہ گیا تھا اور عمران نے اگنیشن کا سوئچ آف کر کے کار کو سڑک کی سائیڈ میں روک دیا تھا۔

فیاض پر سکتہ طاری تھا۔ عمران نے گیٹ سے ریوالور نکالا اور سامنے دیکھنے لگا لیکن اب اس کار کا نام و نشان باقی نہیں رہا تھا۔ غالباً وہ رک کر نتیجہ جاننے کے خواہش مند نہیں تھے۔ فیاض اسی طرح بیٹھا ہوا تھا۔

"ہلاک ہو گئے"۔ عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا اور فیاض چونک پڑا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے عمران کی جانب دیکھا اور عمران افسوسناک انداز میں بولا۔

"آہ فیاض کیا تم آخری بار مجھے دیکھ رہے ہو"۔ فیاض اب بالکل ہی سنبھل گیا تھا اس نے تھوک نگلتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

"ارے تم ہل جل بھی سکتے ہو"۔

"کیا بکواس ہے"۔ فیاض غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"بکواس نہیں پیارے انہیں گولیاں کہتے ہیں"۔

"لل لیکن"۔

"تم یہ دیکھو کہ تمہارے بدن میں کتنی گولیاں پیوست ہیں"۔ عمران نے کہا اور فیاض بوکھلا کر اپنا بدن ٹٹولنے لگا۔ لیکن پھر فوراً ہی

اسے احساس ہو گیا کہ یہ کیا حماقت ہے، گولیوں کے سوراخ بھلا تلاش کہاں کرنے پڑتے ہیں کہیں بھی کوئی زخم نہیں تھا اس لئے فیاض سنبھل گیا۔

"یہ سب کیا ہوا تھا"۔ اس نے کہا۔

"گولیاں چلائی گئی تھیں"۔

"مم مگر وہ کون تھے"۔

"یقیناً میرے سالوں کی انجمن ہو گی"۔

"سالوں کی انجمن"۔

"تو اور کیا"۔

"تم بکواس کرنے سے باز نہیں آؤ گے"۔

"میرا خیال ہے اگر میں باز آجاتا تو آج مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا"۔

"میں پوچھتا ہوں آخر وہ کون تھے"۔

"تم بتاؤ میری جان یہ سارا چکر تمہارا چلایا ہوا ہے ارے سیکرٹریوں کی فوج پالتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں۔ آخر ان سیکرٹریوں کے باپ بھائی بھی ہوتے ہوں گے"۔

"چلو بیٹھو"۔

"کہاں"۔ عمران نے کہا اور آگے بڑھ کر فیاض کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ فیاض نے اسے زوردار دھکا دیا تھا۔

"چلو میں کہتا ہوں بیٹھو گاڑی میں"۔

"اوہو اچھا اچھا اب گاڑی تم چلاؤ گے شاید"۔ عمران نے کہا اور

فیاض اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ نہ جانے کیوں اسے عمران پر غصہ آگیا تھا۔

عمران ڈرائیونگ سیٹ کی برابر والی سیٹ پر جا بیٹھا۔ فیاض نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور پھر وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔

"اب تم انہیں ضرور پکڑ لو گے پیارے سوپر صاحب، مجھے یقین ہے۔ تمہارے ایسے ہی کارنامے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ کیا کہتے ہیں یار کون سے قلم سے لکھے جاتے ہیں"۔

فیاض نے ہونٹ بھینچ لئے تھے اور کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ طوفانی انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا عمران تالیاں بجانے لگا۔

"واہ واہ اتنی تیز گاڑی دوڑتے ہوئے پہلی بار دیکھی ہے میں نے"۔

فیاض نے بے اختیار گاڑی کی رفتار کم کر دی تھی اسے ایک دم احساس ہو گیا تھا کہ اس رفتار سے گاڑی چلاتے ہوئے حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ پھر وہ اپنا دماغ نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ظاہر ہے اس میں عمران کا بھی قصور تو نہیں تھا بس نجانے کیوں اسے عمران پر غصہ آگیا تھا۔ لیکن اصل غصہ اس بات پر تھا کہ عمران نے اسے دھوکا دیا تھا۔ جھریال کی سیر بے شک ایک دلچسپ تجربہ تھی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا یقینی طور پر عمران اس کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔ فیاض نے آہستہ آہستہ اپنا دماغ ٹھنڈا کیا اور اس کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ کم از کم عمران سے اس بارے میں حقیقت تو معلوم کرنے کی کوشش کرے گا۔ آخر یہ حملہ آور کون تھے اور اس کے بعد کار جب شہر

میں داخل ہوئی تو فیاض نے عمران سے پوچھے بغیر کار کا رخ ایک ریستوران کی جانب کر دیا۔

عمران کچھ نہ بولا تھا۔ جب فیاض کار سے نیچے اترا تو عمران بھی خاموشی سے کار سے نیچے اتر آیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ریستوران میں داخل ہو گئے۔

ایک میز پر بیٹھنے کے بعد فیاض نے چائے کا آرڈر دیا اور پھر عمران کی جانب دیکھنے لگا۔

"اب تم وجہ بتا دو"۔

"کک کیسی وجہ"۔ عمران نے پوچھا۔

"اس تمام ہنگامے کی"۔

"جھجھ جھریاں"۔ عمران گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"دیکھو عمران اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم ایک چالاک اور ذہین آدمی ہو۔ لیکن دوسروں کو بالکل ہی بیوقوف سمجھ لینا اچھی بات تو نہیں ہے"۔

"کک کس کی بات کر رہے ہو سوپر"۔

"اپنی"۔

"نہیں تم بالکل بیوقوف نہیں ہو"۔ عمران نے کہا۔

"اگر میں سنجیدگی سے تمہارے بارے میں کچھ کرنے پر تل گیا تو سمجھ لو تمہارے لئے خاصی مشکلات پیدا ہو جائیں گی"۔

"اچھا"۔ عمران نے خوفزدہ انداز میں گردن ہلائی۔

"ہاں۔ اور بہتر ہے کہ مجھے بتا دو"۔

"وجہ۔ وجہ کچھ نہیں ہے پیارے بھائی۔ بس اب ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو ہمارے ساتھ کسی کو نہیں دیکھنا چاہتے"۔

"ٹھیک ہے میں خود اس حملے کی وجہ معلوم کر لوں گا"۔

"تمہیں خدا کا واسطہ معلوم کر لو تو مجھے بھی بتا دینا"۔ عمران نے کہا۔ فیاض کافی دیر تک بیٹھا رہا تھا۔ پھر دونوں وہاں سے اٹھ گئے اور اس کے بعد عمران نے فیاض کو اس کے گھر کے سامنے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ پہلے تو وہ اس دعوت کو مذاق سمجھا تھا لیکن اب اسے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ دعوت دینے والوں نے یقینی طور پر اس بارے میں کچھ نہ کچھ سوچا ہی ہوگا۔ پوری پوری کوشش کی گئی تھی۔ لیکن کیوں آخر کیوں۔ لیکن اس کیوں کا جواب ابھی اس کے پاس نہیں تھا اور عمران کے بارے میں تو وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اسے اس بارے میں کچھ نہیں بتائے گا۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا اس نے سوچ لیا تھا کہ جیسے بھی ممکن ہوگا وہ اس بارے میں معلومات حاصل کر لے گا۔

فیاض گاڑی دوڑاتا رہا اور مختلف باتیں اس کے ذہن میں گردش کرتی رہیں۔ پھر اس نے گاڑی کا رخ اپنے گھر کی جانب کر دیا تھا۔

حملہ آور بھی ستم ظریف ہی تھے۔ عمران پر دوسرا حملہ بھی اسی انداز میں ہوا تھا اور عمران کو اپنے آپ کو بچانا مشکل ہو گیا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہے ویسے حملہ آوروں کی کوشش یہی تھی کہ اسے گولی مار دیں لیکن بہرحال وہ دوسری بار بھی کامیاب نہیں ہو سکے اور اس کے بعد تو عمران پر جنون ہی سوار ہو گیا اسے حماقت کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا کہ وہ ان دو حملوں کے باوجود مسلسل سڑکوں کے چکر لگا رہا تھا۔ پہلی کار ورکشاپ پہنچا دی گئی تھی لیکن عمران کے لئے کاروں کی کمی نہیں تھی اس نے دوسری کار اپنے استعمال میں لے لی تھی اور بڑے اطمینان سے سڑکوں کے چکر لگا رہا تھا ان دو قاتلانہ حملوں کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا تھا لیکن حملے ایسے ہی شدید تھے کہ اگر وہ پوری ذہانت اور پھرتی سے کام لے کر ان لوگوں کو ناکام نہ بنا دیتا تو شاید اس کے سوئم کی تیاریاں ہو رہی ہوتیں۔ یوں تو اپنے

شہر میں اور دنیا میں اس کے ہزاروں دشمن تھے لیکن عمران کے ذہن میں یہ تجسس ضرور پیدا ہو گیا تھا کہ آخر یہ لوگ کون ہیں جو اس کے قتل کے درپے ہیں اور اس شدت سے اس کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں اور یہ معلوم کرنے کا فی الحال صرف یہی ایک طریقہ تھا کہ ان لوگوں کو تیسرے حملے کا موقع بھی دیا جائے بہرحال عمران ہی یہ حماقت کر سکتا تھا۔

اس وقت بھی اس کی کار سنسان سڑکوں پر چکر لگا رہی تھی۔ لیکن دور دور تک کسی تعاقب کرنے والے کا نام ونشان نہیں تھا۔ عمران ہونٹ سکوڑے کار ڈرائیو کر رہا تھا اسے ان لوگوں کے رویے سے سخت مایوسی ہو رہی تھی جو صرف دو حملوں کے بعد خاموش ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

ادھر فیاض الگ اس سے برگشتہ ہو گیا تھا اس کا خیال تھا کہ عمران اس حملے کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے اور اس نے اسے بیوقوف بنانے کی کوشش کی تھی اور یہ بیوقوف بنانے کی کوشش ایسی ہی تھی کہ فیاض کو اس سے نفرت سی ہونے لگی تھی۔ اگر بے خبری میں مارا جاتا تو کیا ہوتا۔

بہرحال عمران فیاض کے بارے میں سوچتا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی تھی۔ پھر تقریباً تین گھنٹے تک پٹرول پھونکنے کے بعد اس نے اپنی کار ایک ہوٹل کے سامنے کھڑی کر دی اور انجن بند کر کے ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

ہوٹل بہت پرسکون تھا اور یہاں رش بہت کم ہوتا تھا، وہ ایک کونے کی میز کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ میز پر بیٹھ کر اس نے کافی طلب کی اور کافی آنے کے بعد اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔

آج کل بے کاری تھی۔ کوئی کام نہیں تھا اور بے کاری کے زمانے میں عمران کا موڈ بالکل آف ہو جاتا تھا اسے ہنگاموں سے عشق تھا، ہنگامے اس کی زندگی تھے اور وہ دن سخت بور ہوا کرتے تھے جب اس کے ہاتھ میں کوئی کیس نہیں ہوتا تھا ایسے موقعوں پر وہ بال کی کھال نکالا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اس پر حملہ ہوا اس کے دل میں دلچسپی بیدار ہو گئی تھی۔

بہرحال پہلا حملہ جھریال میں ہوا تھا دوسرا ایک سڑک پر اور اب وہ تیسرے حملے کے انتظار میں تھا۔ لیکن بد قسمتی یہ تھی کہ ان دونوں حملوں میں وہ اس کار کا نمبر نہیں دیکھ سکا تھا جو اس پر حملہ آور تھے۔ لیکن یہ اندازہ اسے ہو گیا تھا کہ ایک ہی کار دونوں حملوں میں استعمال کی گئی تھی۔

آخر وہ کون تھے اور اسے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے یہ الجھن عمران کو پریشان کیے ہوئے تھی۔ وہ صبح سے حملہ آوروں کے چکر میں نکلا ہوا تھا اور ان کی طرف سے کسی تیسرے حملے کا منتظر تھا۔ لیکن اس بار وہ ایسے انتظامات کر کے روانہ ہوا تھا کہ اگر زندہ بچ سکے تو حملہ آوروں کو نکلنے کا موقع نہ دے۔

حملہ آور بھی شاید خاصے چوکنے تھے کیونکہ دن کی روشنی میں وہ

عمران کی جانب متوجہ نہیں ہوئے تھے اور عمران سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے اب وہ رات کا انتظار کر رہے ہوں۔

کافی دیر تک وہ وہاں بیٹھا رہا۔ پھر اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دفعتاً چونک پڑا۔

دروازے سے داخل ہونے والا سپرنٹنڈنٹ فیاض کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

عمران نے حیرت سے اس کے بارے میں سوچا کہ یہ کہاں سے آ ٹپکا پھر عمران نے اپنا رخ تبدیل کر لیا تھا۔ فیاض دروازے میں کھڑا چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ سیدھا کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ کاؤنٹر کلرک سے کچھ پوچھ رہا تھا کاؤنٹر کلرک نے پچھلے دروازے کی جانب اشارہ کر دیا اور فیاض کاؤنٹر کے پیچھے والے دروازے میں داخل ہو گیا۔

عمران کے ذہن میں تجسس جاگ اٹھا تھا کہ فیاض یہاں کیوں آیا ہے۔ ویسے اسے یہ بھی یقین تھا کہ فیاض اسے نہیں دیکھ سکا ہے۔ حالانکہ عمران کی کار باہر کھڑی ہوئی تھی۔ ممکن ہے اس کی نگاہ اس پر نہ پڑی ہو۔ لیکن بہرحال عمران کے دل میں تجسس اس قدر بڑھا کہ وہ برداشت نہ کر سکا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لمحے وہ کاؤنٹر کے قریب پہنچ گیا تھا۔

"یہ شخص جو ابھی اندر گیا ہے۔ کیا تم اسے جانتے ہو"۔ اس نے کاؤنٹر کلرک سے پوچھا۔

"جی"۔ کاؤنٹر کلرک چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا تم اسے جانتے ہو"۔ عمران نے رازداری سے پوچھا۔

"اس نے اپنے آپ کو محکمہ انٹیلی جنس کا ایک اعلیٰ آفیسر بتایا ہے"۔ کاؤنٹر کلرک نے جواب دیا۔

"کس سے ملنا چاہتا تھا"۔ عمران نے سوال کیا۔

"مسٹر ڈیوی سے"۔

"مسٹر ڈیوی۔ یہ کون ہیں"۔

"اس ہوٹل کے مالک ہیں"۔ کلرک نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا وہ مسٹر ڈیوی۔ تو یہ ہوٹل مسٹر ڈیوی کا ہے۔ کمال ہے میں سمجھ گیا"۔ عمران نے اس انداز میں گردن ہلائی کہ کاؤنٹر کلرک اس کی جانب متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

عمران آہستہ سے بولا۔

"ہوں تو یہ کمبخت اب مسٹر ڈیوی کو دھوکا دینے کے چکر میں ہے کیا تم اسے جانتے ہو"۔

"میں نے کہا ناں انہوں نے اپنے آپ کو محکمہ انٹیلی جنس کا افسر ظاہر کیا ہے"۔

"ایک نمبری بدمعاش ہے"۔ عمران نے پرخیال انداز میں کہا۔

"جی کیا مطلب"۔

"ایک نمبری بدمعاش کا مطلب ایک نمبری ہی ہوتا ہے ویسے یہ مجھے نہیں پتہ کہ ایک نمبر زیادہ بڑا ہوتا ہے یا دس نمبر۔

"مگر جناب یہ تو اپنے آپ کو...... کلرک نے کہا۔

"ارے مجھ سے زیادہ اسے کون جانتا ہے۔ یہ کوئی آفیسر وافیسر نہیں ہے پکا چار سو بیس ہے۔ جہاں جاتا ہے وہاں اپنے آپ کو کہیں کسٹم آفیسر کہیں پولیس والا اور کہیں انکم ٹیکس آفیسر ظاہر کرتا ہے اور لوگوں سے رقم ٹھگتا پھرتا ہے"۔ عمران نے کاؤنٹر کلرک کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اچھا"۔ کاؤنٹر کلرک کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اور کیا۔ مجھے جعلی ویزے پر مڈل ایسٹ بھجوا رہا تھا۔ ایئرپورٹ پر دھر لیا گیا میں۔ بڑی مشکل سے گھر والوں نے کچھ دے دلا کر جان چھڑائی۔ بہت بڑا فراڈی ہے یہ، میرے پچاس ہزار روپے ہضم کئے بیٹھا ہے"۔ عمران نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ جذباتی نظر آ رہا تھا۔

"کہیں یہ مسٹر ڈیوی کے ساتھ بھی کوئی فراڈ نہ کر رہا ہو"۔ کاؤنٹر کلرک نے کہا۔

"دیکھو دوست آدمی بہت خطرناک ہے اور تم نے اسے مسٹر ڈیوی سے ملاقات کا موقع دیا ہے۔ سوچ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی نقصان اٹھانا پڑے"۔

"ایسا ہی لگتا ہے جناب۔ ویسے مسٹر ڈیوی جس قسم کے آدمی ہیں۔ اوہ میرے خدا"۔ کاؤنٹر کلرک نے کہا۔

"کیا مسٹر ڈیوی اس وقت اندر موجود ہیں"۔

"جی ہاں وہ ہیں تب ہی تو میں نے اسے اندر جانے کی اجازت دے

دی ہے"۔

"لیکن میں اسے مسٹر ڈیوی کے ساتھ کوئی فراڈ ہرگز نہیں کرنے دوں گا۔ میں اندر جا کر انہیں دیکھتا ہوں کیا تم مجھے ان کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو"۔

"ہاں کیوں نہیں۔ آپ یہاں سے سیدھے چلے جائیے اس کے بعد بائیں جانب مڑ جائیے مسٹر ڈیوی کا کمرہ آ جائے گا"۔ کاؤنٹر کلرک نے اس سے تعاون کرتے ہوئے کہا۔

"بے حد شکریہ"۔ عمران نے کہا اور اندر کی جانب چل پڑا۔

دروازے سے داخل ہو کر وہ آگے بڑھا اور اس طویل راہداری میں داخل ہو گیا جس کے آخری سرے پر وہ دروازہ نظر آ رہا تھا۔ راہداری میں مدھم سی تاریکی پھیلی ہوئی تھی عمران آگے بڑھنے لگا۔ ابھی وہ راہداری کے انتہائی سرے پر پہنچا ہی تھا کہ اچانک کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں اور اس کے بعد دو افراد نکل آئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور صاف نظر آ رہے تھے۔

"ہاتھ اٹھاؤ"۔ ان میں سے ایک نے کہا اور عمران نے بوکھلا کر جلدی سے ہاتھ اٹھا دیئے۔ پھر دوسرا آدمی آگے بڑھا اور اس نے عمران کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔

دونوں اب سامنے آ گئے تھے وہ تنومند اور بگڑی ہوئی شکل کے آدمی تھے اور صورت ہی سے غنڈے معلوم ہو رہے تھے۔

"ہاں کہاں جا رہے تھے تم"۔

"مم مسٹر ڈڈ ڈڈ ڈڈ"۔ عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"کون ہو تم"۔

"ڈو، ڈو، ڈو، ڈو"۔ عمران پھر اسی انداز میں بولا۔

"یہاں کیوں آئے تھے"۔

"اپنے بب باس کے ساتھ"۔

"کون ہے تمہارا باس"۔

"سس سس سپرنٹنڈنٹ۔ میرا مطلب ہے سپرنٹنڈنٹ فیاض"۔ عمران خوفزدہ انداز میں بولا۔

"چلو تو پھر تمہیں بھی تمہارے باس کے پاس ہی پہنچا دیا جائے"۔ اس شخص نے کہا اور ریوالور کے اشارے سے عمران کو آگے بڑھنے کی ہدایت کی۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے سوچا اب یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ فیاض بھی یہاں آ کر کسی جال میں پھنس گیا ہے۔

بہر حال وہ دل ہی دل میں مسکراتا ہوا اور بظاہر کانپتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ لیکن وہ لوگ اسے دروازے کی جانب نہیں لے گئے تھے جس کے بارے میں بتایا گیا تھا بلکہ وہاں سے دوسری جانب مڑ کر ایک اور دروازے کی جانب رک گئے تھے۔

"چلو"۔ اس نے عمران سے کہا اور دوسرے نے دروازہ کھول دیا۔

پھر تینوں ہی اندر داخل ہو گئے لیکن اندر کا منظر دیکھ کر عمران کے حلق میں ایک قہقہہ مچلنے لگا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض ایک کرسی سے بندھا ہوا بیٹھا تھا اور دو آدمی کمرے میں موجود تھے۔ جن میں سے

ایک انتہائی طویل القامت اور کسی قدر خطرناک صورت کا گینڈے نما آدمی تھا۔ غالباً یہی مسٹر ڈیوی تھا۔

فیاض نے عمران کو دیکھا اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پھیل گئی لیکن اس سے قبل کہ وہ کچھ بولتا عمران خود بول پڑا۔

"آپ نے مجھے باہر ٹھہرنے کے لئے کہا تھا سر اور آپ یہاں اندر آکر آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں"۔

"تت تو تم"۔ فیاض کے منہ سے نکلا۔

"بس غلطی ہو گئی کیا کروں۔ میں آپ کو تلاش کرتا ہوا ہی اندر آیا تھا"۔ عمران نے جواب دیا۔ فیاض تھوک نگل کر رہ گیا تھا۔ عمران پھر بولا۔

"سر مگر آپ اس طرح کیوں بیٹھے ہیں کیا رسیوں کے بغیر آپ کرسی سے گر پڑتے ہیں"۔

اندر موجود لوگ بے ساختہ ہنس پڑے تھے لیکن عمران کے چہرے پر حماقت اور معصومیت کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ فیاض البتہ خاموش ہی رہا تھا۔

"اسے بھی باندھ دو"۔ ڈیوی نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

"شش شکریہ میں ایسے ہی بیٹھ جاتا ہوں"۔ عمران نے جواب دیا اور ایک کرسی کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں آدمی بھی اس کے پیچھے ہی آگے بڑھے تھے۔ جیسے ہی عمران کرسی پر بیٹھا تیسرا آدمی ایک رسی لے کر اس کے قریب پہنچ گیا پھر عمران کے شرما شرما کے منع کرنے کے

باوجود انہوں نے اسے بھی کس دیا تھا۔ البتہ فیاض عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

عمران کا اس طرح یہاں آجانا اس کے لئے خاصا تعجب خیز تھا۔ پھر ڈیوی نے فیاض کی طرف رخ کر کے کہا۔

"جی سپرنٹنڈنٹ فیاض۔ میں تو آپ سے پورا پورا تعاون کرنے کے لئے تیار تھا لیکن افسوس میرے دوسرے پارٹنرز اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ہم نے اس طرح کا کاروبار کیا تو نقصانات اٹھائیں گے اس لئے آپ کا منہ بند کرنا ضروری سمجھا گیا اور اب مجبوری ہے"۔

"تم وعدہ خلافی کر رہے ہو ڈیوی"۔ فیاض نے کہا۔

"مجبوری مائی ڈیئر سپرنٹنڈنٹ مجبوری"۔

"تب پھر تم کیا چاہتے ہو"۔ فیاض نے کہا۔

"ہوں یہ سوال خاصا دلچسپ ہے"۔ ڈیوی عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر سفاکی سے بولا۔

"میں نے تو تجویز دی تھی کہ آپ کو قتل کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ لیکن اس سلسلے میں میرے پارٹنر نے مجھے روک دیا ہے وہ کہتا ہے کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کو ہم آئندہ بھی بہت سے کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں اس لئے اس سے ایک ایسی تحریر لے لی جائے جو اسے زندگی بھر ہمارے قبضے میں رکھے اور سپرنٹنڈنٹ فیاض یہ تحریر آپ کو ہمیں دینا ہو گی اس کے تحت آپ ایک بھیانک جرم کے مرتکب قرار دیئے

جائیں گے ایک بہترین منصوبہ ہمارے ذہن میں موجود ہے۔ آپ کو صرف دستخط کرنا ہوں گے ایک سادہ کاغذ پر۔ باقی کام ہم خود کر لیں گے"۔

"بکواس کرتے ہو تم۔ میں ایسی کوئی تحریر نہیں دوں گا اور نہ ہی سادہ کاغذ پر دستخط کروں گا"۔ فیاض غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

عمران کی آنکھیں حلقوں میں گردش کر رہی تھیں فیاض کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بہرحال وہ بھی گھاگ آدمی ہے اور اپنے عہدے سے فائدے حاصل کرتا رہتا ہے۔ بہرحال عمران کو ابھی یہ نہیں پتہ چل سکا تھا کہ یہ کیا چکر ہے۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض یہ سب کچھ ہر قیمت پر ہونا ہے"۔ ڈیوی کا لہجہ کافی زہریلا تھا۔ فیاض خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ ڈیوی نے پھر کہا۔

"تو فیصلہ کرنے کے لئے آپ کتنا وقت لیں گے سپرنٹنڈنٹ صاحب اب تو آپ کا یہ اسسٹنٹ بھی آگیا ہے، میرا خیال ہے آپ اس سے بھی مشورہ کر لیں اور مجھے صرف دس منٹ کے اندر اجازت دے دیں لیکن ٹھیک دس منٹ کے بعد اگر آپ کا فیصلہ ہمارے حق میں نہ ہوا تو پھر دوسری کوشش شروع ہو جائے گی۔

"دوسری کوشش کیا ہوگی"۔ فیاض نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کچھ نہیں آپ کے ناخن انگلیوں سے اکھاڑ لئے جائیں گے۔ سگریٹ سے آپ کے بدن کو جگہ جگہ سے داغا جائے گا اور اس کے

باوجود اگر آپ سخت جان نکلے اور تکلیفیں برداشت کر گئے تو ہمارے پاس بہت سے اور نسخے بھی ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ڈیوی کے سامنے پتھر کی چٹانیں بھی زبان کھول دیتی ہیں"۔ فیاض کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا تھا اس کا دماغ بری طرح چکرا رہا تھا۔ اور وہ خاصا پریشان نظر آ رہا تھا پھر اس نے عمران کی آواز سنی لیکن وہ اس سے مخاطب نہیں تھا۔ عمران نے دوسرے شخص کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

"بھائی جان ذرا بات سنو گے"۔ اور وہ شخص جسے مخاطب کیا گیا تھا عمران کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"کیا بات ہے"۔

"شادی شدہ ہو"۔

"بتاؤں ابھی"۔

"سوچ سمجھ کر بتا دو اگر جلدی نہ ہو تو کوئی بات نہیں ہے میں بعد میں پوچھ لوں گا"۔

"میں بہت غلط آدمی ہوں مجھ سے زیادہ بکواس کی تو نقصان اٹھاؤ گے"۔

"کیا بیوی بہت خراب ہے، یقینی طور پر جوتے لگاتی ہوگی"۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور وہ شخص عمران کی جانب بڑھنے لگا۔

"کیا بدتمیزی ہے، یہ کیا شروع کر دیا تم نے"۔ ڈیوی نے اپنے ساتھی کو ڈانٹا۔

"یہ مجھ سے بکواس کئے جا رہا ہے"۔

"فضول باتیں مت کرو، کام کی بات کرو"۔

"ہیوی سے بہت زیادہ جھلایا ہوا ہے مسٹر ڈیوی، لیکن میں اسے ایسا نسخہ بتا سکتا ہوں کہ ہیوی اس کے قدموں میں ہو اور اس کی مٹھی میں آجائے، ویسے مسٹر ڈیوی آپ کا کیا خیال ہے، یہ محاورے ایجاد کرنے والے کیا دنیا کے ساتھ ظلم نہیں کر رہے۔ آپ اب سوچیئے ہیوی اگر مٹھی میں آجائے تو کتنی سی رہ جائے گی، اتنی سی، بس اتنی سی"۔

عمران نے ہاتھ سیدھا کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا، ڈیوی کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی تھی، لیکن وہ شخص جسے عمران نے نشانہ بنایا تھا غصے سے بل کھا رہا تھا۔

"چیف آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی زبان بند کر دوں"۔

"جو کچھ کہتے ہیں کہ جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستین کا۔ سر آپ کا کیا خیال ہے"۔

اس بار عمران نے فیاض کی طرف رخ کر کے کہا تھا فیاض نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو عمران نے پھرتی سے آنکھ مار دی لیکن اس طرح کہ دوسرے لوگ یہ نہیں دیکھ سکے تھے"۔

"تم کیوں بکواس کر رہے ہو خاموش نہیں بیٹھ سکتے"۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض نے کہا۔

"اس وقت تم مجھے نہیں ڈانٹ سکتے باس، یہ مسٹر ہیوی جو ہیں ناں۔ ارے باپ رے شاید میں کچھ غلط کہہ گیا، مسٹر

"ڈیوی"۔ ڈیوی نے فوراً ہی اپنے نام کی تصحیح کی۔

"ہاں۔ تو باس یہ مسٹر ہیوی جو ہیں ناں"۔ پھر کچھ غلط ہو گیا کیا۔ بہر حال جو بھی ہیں یہ۔ یہ خاصے شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں"۔

"اور اب تم میری شرافت سے ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ اور اپنی بکواس بند کر لو ورنہ تمہارے باس سے پہلے تمہاری کھال اتار دی جائے گی"۔

"کھال اتار کر اس میں بھوسہ بھروائیں گے"۔ عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔

"میں ایسا بھی کر سکتا ہوں"۔

"مگر پیارے بھائی صاحب بھوسہ ذرا نرم قسم کا ہونا چاہیئے۔ ویسے آپ میرا مشورہ کیوں نہیں لیتے اگر آپ کہیں تو میں اپنے باس کو مناؤں کہ وہ جو کچھ آپ چاہتے ہیں کر دے"۔

ڈیوی نے ایک لمحے کے لئے عمران کی جانب دیکھا اور پھر فیاض کی طرف، تب عمران نے کہا۔

"باس۔ میں عاجزی سے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ہیوی بھائی۔ میرا مطلب ہے یوی بھائی، ہیوی کے بھائی، افوہ۔ یہ کمبخت یادداشت۔ بھائی صاحب ذرا میرے سر پر ایک جوتا مار دینا، کبھی کبھی یادداشت اس طرح خراب ہو جاتی ہے کہ اصل بات یاد ہی نہیں رہتی، بس ایک جوتے کا سوال ہے، مگر خیر اس وقت مجھے یاد آگیا ہے تو میں یہ کہہ رہا تھا باس کہ آپ خود غور کرو آپ کے اکھڑے ہوئے ناخن اور بدن پر کالے کالے داغ کتنے برے لگیں گے"۔

"تم بکواس بند نہیں کرو گے"۔ فیاض حلق پھاڑ کر چیخا۔

"آہستہ آہستہ، باس آپ کو پہلے ہی دمہ ہے۔ دمہ ٹی بی میں اور ٹی بی کینسر میں تبدیل ہو سکتی ہے اس لئے ذرا آہستہ بولو ویسے میرا دل بھی تیز بولنے سے پھڑکنے یا شاید دھڑکنے لگتا ہے اب دیکھئے ناں کیا کیفیت ہوتی جا رہی ہے دل کی۔ اف۔ میرا دل۔ اور پھر عمران نے گانا شروع کر دیا۔ ہائے میرا دل۔ ہائے میرا دل"۔ اس کے بعد اس نے کرسی سمیت اٹھنے کی کوشش کی اور اس طرح چکرانے لگا جیسے چکر آگیا ہو پھر وہ گردن سینے پر جھکا کر بے ہوشی کی اداکاری کرنے لگا لیکن اصل میں وہ یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ کرسی سے نجات حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے۔ ڈیوی نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

"میرا خیال ہے پہلے اسے ٹھیک کر دو"۔ اور چند افراد عمران کی جانب بڑھ گئے۔

"مم۔ میں تو۔ میں تو نیک مشورے دے رہا تھا آپ لوگ پسند نہیں کرتے تو نہ سہی"۔ عمران نے مسمسی آواز میں کہا اور پھر بولا۔

"نن۔ نہیں مجھے نہ مارنا میں خاموش ہو جاتا ہوں"۔

"تو سپرنٹنڈنٹ فیاض میرا وقت ضائع ہو رہا ہے کیا تم سادہ کاغذ پر دستخط کرنے کے لئے تیار ہو"۔

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں"۔ فیاض آپے سے باہر ہوتا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہے تو پھر نتیجے کی تمام ذمے داری تم پر ہے"۔ ڈیوی نے کہا اور اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا، وہ لوگ باہر نکل گئے تھے۔

"اماں باس کیوں اپنے حسن کے چار چاند ہٹا کر دو چاند رہنے دے رہے ہو، میرا خیال ہے، تمہارے حسن کے چار چاند ہی بہتر رہتے ہیں میری تو یہی رائے ہے کہ کاغذ منگاؤ اور دستخط کر دو"۔ مسٹر ڈیوی آپ براہ کرم باس کی حالت خراب کرنے کے بجائے ان کے ہدایت نامہ خاوند پر ہی عمل کر لیں، میرا خیال ہے میں نے خاوند غلط کہا ہے، ہدایت نامہ ڈیوی۔ گڈ۔ ویری گڈ کیا خوبصورت بات بنی ہے، یعنی ہدایت نامہ ڈیوی۔ آپ دستخط کر دیں چیف، میں آپ کی یہ کیفیت نہیں دیکھ سکتا"۔

فیاض خود بھی ذرا نروس ہو رہا تھا عمران کے مشورے کو اس نے غنیمت سمجھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن خیال رکھنا تم اس تحریر کے بعد مجھے بلیک میل نہیں کرو گے"۔

"جاؤ۔ کاغذ لے آؤ"۔ ڈیوی نے اپنے آدمی سے کہا۔ وہ باہر نکلا تو پہلے جانے والے دو آدمی آگئے جو ایک انگیٹھی اور سلاخیں لے کر آئے تھے۔ وہ سامنے رکھ دی گئی تھیں لیکن انہیں روشن نہیں کیا گیا تھا، فیاض نے بے بسی سے عمران کی جانب دیکھا اور عمران پھر بولا۔

"زندگی بچانے کے لئے سب کچھ کرنا ہوتا ہے باس اور پھر مسٹر ڈیوی شریف آدمی ہیں، ہمارے ساتھ کوئی ایسا ویسا سلوک نہیں کریں گے تم دستخط کر دو"۔

تھوڑی دیر کے بعد فیاض نے کاغذ پر دستخط کر دیئے تھے۔

"اب ہمیں کتنی دیر یہاں رہنا ہوگا۔ مجھے کھول دو۔"

"ایسے نہیں مائی ڈیئر سوپر، تمہارے کاغذات انیسٹ ہوں گے، میرا مطلب ہے یہ دیکھنا ہوگا کہ تمہارے دستخط جعلی ہیں یا اصلی اور اس کے بعد ہی اس کا تعین کیا جا سکتا ہے کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ویسے اطمینان رکھو تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ او کے آؤ۔" ڈیوی نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا دونوں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تھی۔

دروازے کی بیل بجی اور سلیمان کچن سے باہر نکل آیا، بہرحال یہ اس کی ڈیوٹی تھی، آنے والے مخصوص ہی لوگ ہوا کرتے تھے اس کے علاوہ اور کوئی اس فلیٹ میں نہیں آتا تھا، بارہا سلیمان باورچی خانے کی ہانڈی میں کفگیر چلاتے ہوئے طرح طرح کے خواب دیکھتا تھا اس کے ذہن میں نجانے کیسی کیسی کہانیاں آنے لگتیں تھیں، خوابوں میں وہ دیکھتا تھا کہ بیل بجی اس نے دروازہ کھولا تو ایک حسین صورت نظر آئی اور سلیمان کو دیکھ کر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں، سلیمان نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے تو وہ آنکھیں کھول کر ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"مجھے نہیں پہچانے فرہاد، میں شیریں ہوں، جنم جنم سے تمہیں تلاش کر رہی ہوں اور اب اس جنم میں، میں نے تمہیں پایا ہے، میرے فرہاد مجھے اپنے قدموں میں جگہ دے دو۔" بس نجانے کیسے کیسے

خواب، اور اس وقت بھی ہانڈی میں کفگیر کی دھن پر وہ ایسے ہی خوابوں میں کھویا ہوا تھا کہ دروازے کی بیل بجی تھی، ایک لمحے کے لئے تو اس نے سوچا کہ یہ آواز خواب ہی کا ایک حصہ ہے لیکن دوسری اور تیسری بار جب بیل بجی تو وہ چونکا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا پھر فلیٹ کے دروازے کو کھول کر دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا، وہ ایسی ہی شکل تھی کہ اس پر سے آسانی سے نگاہیں نہیں ہٹائی جا سکتی تھیں، سفید دھلا دھلا سا چہرہ، بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، لمبے لمبے بال، ہونٹوں کی خوبصورت تراش، بدن کی خوبصورت مناسبت اور پھر ایک حسین لباس میں جو سادگی کا حامل تھا وہ بہت پروقار نظر آرہی تھی، بالوں کی آرائش بھی بہت سادگی سے کی گئی تھی لیکن اس کے حسن کو دیکھ کر دل خود بخود پگھلنے لگتا تھا بڑی بڑی سیاہ آنکھوں پر جھکی ہوئی گھنیری پلکیں آہستہ آہستہ اوپر اٹھیں اور سلیمان کے چہرے پر جم گئیں، سلیمان وارفتہ ہو گیا لیکن یہ خواب نہیں حقیقت تھی اس لئے اس نے خود کو سنبھال لیا تب ایک نغمہ بار آواز ابھری۔

"عمران صاحب موجود ہیں"۔

"نن۔ نہیں ہیں"۔ سلیمان نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ مجھے اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گے"۔ اس نے اتنی سادگی سے پوچھا کہ سلیمان کا زمین پر بیٹھ جانے کو دل چاہا، لڑکی نے اسے اس عزت واحترام کے ساتھ مخاطب کیا تھا کہ سلیمان موم کی طرح پگھل کر رہ گیا تھا، اتنی حسین لڑکی اسے اس انداز میں پکارے،

یہ تو اس کے لئے ایک اعزاز تھا، وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر بولا۔

"تشریف لایئے۔ وہ چشم مادر، پدر۔ یعنی وہ جو کہتے ہیں، دل روشن اور اماں شاد"۔ وہ مجسم اخلاق بن گیا، لڑکی کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گئی تو سلیمان نے دروازہ بند کر دیا اور پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"عمران صاحب تو موجود نہیں ہیں لیکن اب آپ آئی ہیں تو میں آپ کو چائے پیئے بغیر تو نہیں جانے دوں گا، آیئے"۔ وہ ڈرائینگ روم کی طرف لڑکی کی راہنمائی کرنے لگا، لڑکی کے لہجے نے اسے اس قدر متاثر کر دیا تھا کہ وہ بلا سوچے سمجھے اسے یہ پیشکش کر بیٹھا تھا ورنہ عمران کی غیر موجودگی میں کسی اجنبی لڑکی کو فلیٹ کے اندر داخل ہونے کی اجازت دینا اس کا اصول نہیں تھا لیکن اس لڑکی کی بات کچھ اور ہی تھی لڑکی نے بھی اس سے تعاون ہی کیا تھا حالانکہ یہ بات اسے معلوم ہو چکی تھی کہ عمران اس وقت اندر موجود نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ سلیمان کے ساتھ اندر چلی آئی تھی سلیمان نے ڈرائینگ روم کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر کہنے لگا۔

"تشریف رکھیئے"۔

"شکریہ"۔ وہ بیٹھ گئی۔

"صاحب کی واپسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کیا آپ ان کا انتظار کریں گی"۔ سلیمان نے پوچھا۔

"مگر آپ کون ہیں"۔ لڑکی نے پھر سلیمان پر نگاہوں کے تیر

برسائے۔

"فدوی کو سلیمان کہتے ہیں"۔

"عمران صاحب سے آپ کا کیا رشتہ ہے"۔

"میں ان کا باورچی زاد بھائی ہوں"۔ سلیمان نے جھٹ سے جواب دیا۔

"کیا"۔

"جی ہاں۔ بھب۔ بھائی۔ بھائی ہوں میں ان کا"۔

"لیکن باورچی زاد"۔

"جی ہاں۔ یہ ایک الگ کہانی ہے"۔

"کہانی"۔

"جی بالکل کہانی"۔

"آپ براہ کرم مجھے اس کے بارے میں بتا سکتے ہیں"۔

"جی ہاں شاید آپ کو اس بات کا علم نہ ہو کہ میرے والد محمد شاہ رنگیلا کے باورچی تھے اور میرے دادا احمد شاہ بجیلا کے"۔

"احمد شاہ بجیلا۔ محمد شاہ رنگیلا۔ لیکن ان کا دور تو بہت عرصے قبل گزر چکا ہے آپ کے والد اگر محمد شاہ رنگیلا کے دور میں تھے تو آپ کی عمر کیا ہے"۔

"اکیس سال اور کچھ مہینے"۔

"جی"۔ لڑکی نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں"۔

"مگر محمد شاہ رنگیلا کی تاریخ تو بہت پرانی ہے"۔

"اس کی تاریخ پرانی ہو گی، میرے والد کی تاریخ پرانی نہیں ہے"۔

"اوہ۔ اچھا اچھا۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ لیکن میں یہ بات نہیں مانتی کہ آپ عمران صاحب کے باورچی زاد بھائی ہیں"۔

"آپ سے بھلا کیوں جھوٹ بولوں گا"۔

"مگر یہ باورچی کا رشتہ کیا ہوا"۔

"باورچی کا رشتہ ہی تو دنیا میں سب سے گہرا رشتہ ہے میڈم، باورچی کے بغیر زندگی گزارنا کتنا مشکل کام ہے، کاش آپ کو پتہ ہوتا"۔

"آپ شاید مذاق کر رہے ہیں"۔ لڑکی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"نہیں، مگر آپ کو یقین کیوں نہیں آرہا"۔

"آپ باورچی نہیں ہو سکتے، تھوڑے ہی دن پہلے کی بات ہے کہ میں نے آپ کو ایک خوبصورت سوٹ میں ملبوس ایک ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا، ہوٹل کا نام شاید کورلین تھا، آپ بڑے خوبصورت سوٹ میں ملبوس تھے"۔

"ہیں۔ آپ نے مجھے دیکھا تھا"۔ سلیمان کی باچھیں خوشی سے کھل گئیں، یہ حقیقت تھی کہ کچھ دن پہلے وہ عمران کے سوٹ میں ملبوس ہوٹل کورلین گیا تھا، ہوٹل کا نام وغیرہ تو اسے نہیں معلوم تھا بس عمران کی غیر موجودگی میں تفریح کے لئے نکلا تھا تو جو ہوٹل سامنے نظر آیا

اسی میں داخل ہو گیا تھا، پھر وہاں بیٹھ کر کھانا بھی کھایا تھا اب یہ الگ بات ہے کہ ہوٹل کے ویٹر اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے ہوں، بہرحال اس کے ہونٹوں پر خوشی کی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"وہ میڈم۔ ظاہر ہے میں صرف باورچی نہیں ہوں بلکہ باورچی زاد بھائی بھی ہوں اس لئے میری سوسائٹی بھی اونچی ہے۔ عمران صاحب کے سوٹ پہن کر چلا جاتا ہوں اور وہ کبھی اعتراض نہیں کرتے. اصل میں آپ کو بتا ہی چکا ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان بھائی بھائی کا رشتہ ہے اور نہ ہی وہ مجھے ملازم سمجھتے ہیں وہ تو ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے اس لئے میں کھانا وغیرہ پکا لیتا ہوں، ویسے آپ نے مجھے خوب پہچانا، مجھے تعجب ہے آپ وہاں کیا کر رہی تھیں"۔

"ایسے ہی اپنی سہیلی کے ساتھ گئی تھی"۔

"تو آجاتی ناں میرے پاس، مم۔ میرا مطلب ہے"۔

"ویسے ایک بات بتایئے سلیمان صاحب کیا عمران صاحب کو معلوم ہے کہ آپ ان کی غیر موجودگی میں اس طرح ان کے لباس پہن کر چلے جاتے ہیں"۔

"چھپا کر کوئی کام نہیں کرتا"۔ سلیمان نے کہا۔

"اور وہ آپ سے کچھ کہتے نہیں ہیں"۔ لڑکی نے حیرت اور معصومیت سے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔ میں آپ کو تفصیل بتا چکا ہوں"۔

"اس کا مطلب ہے کہ عمران صاحب آپ کو بہت چاہتے ہیں"۔

"ایسا ویسا۔ وہ تو کہتے ہیں کہ سلیمان اگر تم لڑکی ہوتے تو میں تم سے شادی کر لیتا، پھر پورا گھر میرے سپرد ہے، سیاہ یا سفید کچھ بھی کروں"۔ سلیمان نے گردن اکڑا کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں صحیح جگہ پہنچی ہوں"۔ لڑکی ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی اور سلیمان اس کی صورت دیکھنے لگا چند لمحات خاموش رہا پھر بولا۔

"میں سمجھا نہیں"۔

"میرا ایک کام کر دو گے سلیمان، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ کام صرف تم کر سکتے ہو"۔ لڑکی کی آواز میں ایک غم کا تاثر جھلک رہا تھا۔

"آپ کہہ کر دیکھیئے آپ کے لئے تو میں وہ۔ آسمان سے ستارے وغیرہ توڑ کر لا سکتا ہوں"۔

"نہیں پلیز مجھے ستارے درکار نہیں ہیں"۔

"خیر یہ الگ بات ہے"۔

"ایک سوال کروں آپ سے سلیمان صاحب"۔

"ارشاد ارشاد۔ بلکہ مکرر مکرر"۔

"ابھی تو میں نے پہلا سوال ہی نہیں کیا، مکرر کہاں سے کروں"۔

"تو پہلے مکرر کر دیجئے بعد میں سوال کر لیجئے"۔

"کیا سوال کرنے سے پہلے مکرر کیا جا سکتا ہے"۔ لڑکی نے پوچھا۔

"ہمارے یہاں سب چلتا ہے"۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"آپ ایک بات بتایئے آپ کی شادی ہو گئی"۔

"جی، کیا کہا"۔ سلیمان نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر بے اختیار شرما کر اس نے گردن جھکا لی۔

"نہیں۔ ابھی تک نہیں"۔

"کیوں"۔

"بس عمران صاحب کے ساتھ رہنے میں یہی ایک خرابی ہے، نہ وہ اپنی شادی کرتے ہیں نہ میری ہونے دیتے ہیں۔ نجانے کیوں شادی سے انہیں نفرت ہے۔ شاید اپنے والد صاحب سے بھی وہ اسی لئے علیحدہ ہو گئے ہیں"۔

"علیحدہ ہو گئے ہیں"۔

"جی"۔ سلیمان نے مختصر سا جواب دیا۔

"مگر کس لئے"۔

"انہیں اپنے باپ کی شادی سے بھی اختلاف تھا"۔ سلیمان نے جواب دیا، لڑکی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے بمشکل تمام قہقہہ ہضم کیا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو سنبھال کر بولی۔

"مگر کیوں، وہ شادی سے اس قدر گھبراتے کیوں ہیں"۔

"اللہ جانے اب یہ تو وہی بتا سکیں گے، میں آپ کے لئے چائے بنا کر لاؤں"۔

"نہیں۔ نہیں تکلف نہ کیجئے"۔

"بالکل تکلف نہیں کر رہا، چائے پلاتا ہوں آپ کو"۔

"ایسے نہیں۔ آپ سے اس قدر اپنائیت محسوس ہو رہی ہے کہ بس

دل چاہ رہا ہے کہ باتیں کرتی رہوں، چلیئے میں بھی کچن میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں دونوں مل کر چائے بنائیں گے"۔

"مم۔ مم۔ مل کر"۔ سلیمان کی حالت پھر خراب ہونے لگی، آج تک کسی لڑکی نے شاید اس سے اس قدر محبت سے بات نہیں کی تھی، یہ تو حد ہی کیے دے رہی تھی بہر حال اتنی خوبصورت لڑکی اسے یہ پیشکش کرے، سلیمان اسے کسی کام کے لئے منع نہیں کر سکتا تھا بہر حال وہ اس کے ساتھ کچن میں داخل ہو گئی، سلیمان نے جلدی سے چائے کے برتن چڑھا دیئے تھے لڑکی اس کا ہاتھ بٹا رہی تھی سلیمان کو اس کی بے تکلفی پر شدید حیرت ہو رہی تھی پھر اچانک ہی اس کے ذہن میں خیال آیا اور اس نے چونک کر پوچھا۔

"عمران صاحب سے آپ کو کوئی کام ہے"۔

"ہاں"۔ لڑکی نے جواب دیا۔

"کیا کام ہے آپ مجھے بتا دیجئے"۔ سلیمان بولا اور لڑکی اس کی جانب دیکھنے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم میرا کام کر دو گے سلیمان"۔ اس کی آنکھوں میں پھر آنسو چھلک آئے تھے، سلیمان تعجب سے اسے دیکھنے لگا لڑکی کے آنسو اس کے گلابی رخسار پر بہنے لگے۔

"آپ۔ آپ رو رہی ہیں۔ آپ۔ آپ نہ روئیے مجھے بتائیے میری جان حاضر ہے آپ کے لئے"۔

"نہیں سلیمان وعدہ کرو کام کر دو گے"۔

"میں وعدہ کرتا ہوں"۔ سلیمان بھلا اتنی حسین لڑکی کو روتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا تھا۔

"پکا وعدہ کرو... ہاتھ ملاؤ مجھ سے"۔ لڑکی نے بے تکلفی سے کہا۔

"ہا۔ہا۔ہا۔ہا"۔ سلیمان منہ پھاڑ کر رہ گیا لیکن لڑکی نے اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے نرم ملائم ہاتھ میں پکڑ لیا تھا، سلیمان کو چکر آرہے تھے، آج نجانے کس کا منہ دیکھ کر اٹھا تھا، زندگی بھر ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

"میں آپ کا کام ضرور کر دوں گا"۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ کام صرف تم ہی کر سکتے ہو سلیمان، تم ہی میری زندگی میں بہار لا سکتے ہو، تم سلیمان"۔ تم اگر چاہو تو وہ سب کچھ کر سکتے ہو جس کے لئے میں زندگی بھر ترستی اور تڑپتی رہی ہوں"۔

لڑکی کی سسکیاں جاری ہو گئیں سلیمان بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے لڑکی سسکیاں لیتی رہی اور سلیمان منہ پھاڑے اسے دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ اس کی سسکیاں مدھم ہوئیں اور اس کے بعد وہ خاموش ہو گئی اس نے ایک بار پھر کہا۔

"سلیمان، کیا تم سچے دل سے وعدہ کرتے ہو کہ میرا یہ کام کر دو گے"۔

"ہاں میں وعدہ کرتا ہوں"۔

"تم نے ابھی تک میرا نام نہیں پوچھا"۔

"ایں۔اللہ قسم کبھی کبھی ایسی بیوقوفی ہو جاتی ہے"۔

"ریحانہ ہے میرا نام"۔ اس نے کہا۔

"اچھا"۔ سلیمان نے گردن ہلائی۔

"ایک اچھے گھرانے کی لڑکی ہوں لیکن۔ لیکن عمران کی محبت نے مجھے گھر سے بے گھر کر دیا ہے"۔

"ایں"۔ سلیمان کا منہ حیرت سے کھل گیا، ایک لمحے کے لئے اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ارمانوں کا تاج محل زمین بوس ہو گیا ہو لیکن پھر لڑکی کے چہرے کو دیکھ کر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ لڑکی کہہ رہی تھی۔

"لیکن میری یہ محبت یکطرفہ ہے، وہ سنگ دل کبھی میری طرف توجہ نہیں دیتا، میں بارہا کوشش کر چکی ہوں لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی، آہ۔ سلیمان تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے کئی سال ہو گئے مجھے اس آگ میں جلتے ہوئے اور اب مجھ میں قوت برداشت نہیں رہی ہے سلیمان میں خودکشی کر لوں گی میں۔ میں یہیں خودکشی کر لوں گی"۔

"ارے۔ بب۔ باپ رے۔ یہ یہاں یہاں نہیں"۔ سلیمان پیٹ سہلانے لگا۔

"میں۔ میں بس اب زندہ نہیں رہنا چاہتی سلیمان کوئی بھی میرا ہمدرد نہیں ہے"۔

"میں ہوں ناں، مجھے بتایئے میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں"۔

"تم۔ سلیمان تم"۔

"ویسے میں آپ کو بتا دوں کہ اگر عمران صاحب سے عشق کا نام بھی

یا تو آپ یقین کریں اس کے بعد میری کھوپڑی پر ایک بھی بال نہیں بچے گا، وہ عشق سے اتنا خوفزدہ ہوتے ہیں کہ انسان بیٹھے سے بھی نہیں ہوتا ہوگا۔

"نہیں سلیمان میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی تکلیف ہو، میں۔ میں۔ میں تمہیں کوئی بھی تکلیف نہیں دینا چاہتی سلیمان لیکن تم سے ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں"۔

"درخواست۔ نہیں نہیں آپ حکم دیں"۔

"میرا بس ایک کام کر دو زندگی بھر تمہارا احسان مانوں گی"۔

"کیا کام کرنا ہوگا"۔

"بہت دن سے نجانے کیا کیا کرتی رہی ہوں، ہر طرح کوشش کر لی پھر مجھے ایک بزرگ مل گئے انہیں اپنی داستان عشق سنائی تو نرم ہو گئے پھر انہوں نے مجھے ایک تعویز لکھ کر دیا اور کہا کہ کسی طرح اگر یہ تعویز گھول کر عمران کو پلا دیا جائے تو وہ یقیناً مجھ سے محبت کرنے لگیں گے اور پھر مجھ سے شادی کر لیں گے لیکن ظاہر ہے یہ کام میں کیسے کرتی ہوں، اور اب سلیمان تم مل گئے ہو مجھے، تم نے وعدہ کیا ہے، دیکھو مجھے مایوس نہ کرنا میرا خون تمہاری گردن پر ہوگا"۔

"نن۔ نہیں"۔ سلیمان نے جلدی سے گردن ٹٹول کر دیکھی پھر آہستہ سے بولا۔

"صرف یہ تعویز گھول کر پلانا ہے"۔

"ہاں"۔

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کا یہ کام کر دوں گا"۔

"میں زندگی بھر تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گی"۔ لڑکی نے کہا اور اپنا پرس کھول کر اس میں سے سو سو کے کئی نوٹ نکال کر سلیمان کی طرف بڑھائے۔

"نہیں میڈم جب محبت کی بات ہے تو محبت کے بیچ میں دولت نہیں آنی چاہیئے، یہ نوٹ رکھ لیجئے میں ایسے چھوٹے موٹے نوٹوں کی پرواہ نہیں کرتا"۔

"برا نہ ماننا سلیمان میں تو بس یہ"۔

"نہیں۔ آپ ایک وعدہ کیجئے"۔ محبت کے جواب میں محنت کرنا ہوگی آپ کو"۔

"کیسی محنت"۔ لڑکی نے اسے دیکھا۔

"اگر آپ کا کام بن جائے اور آپ دلہن بن کر اس گھر میں آجائیں تو وعدہ کیجئے میری بھی شادی کرا دیں گی"۔ سلیمان آخری جملہ ادا کرتے وقت شرما کر لچک گیا تھا، لڑکی زور زور سے کھانسنے لگی اس نے رخ بدل لیا تھا پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بولی۔

"میرا وعدہ سلیمان مجھ پر بھروسہ کرو"۔

"تب آپ بھی مجھ پر بھروسہ کر لیں میم صاحب، یہ تعویز صاحب کو پلا دیا جائے گا"۔

"میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں سلیمان"۔ لڑکی نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"اب چھوڑیئے آپ تو صاحب ہی سے محبت کرتی ہیں میں پھر اکیلے کا اکیلا رہ گیا"۔

"کیا مطلب"۔

"ایں۔ نہیں کچھ نہیں"۔ سلیمان نے چونک کر کہا۔

"تو یہ تعویذ تم رکھ لو"۔ لڑکی بولی۔

"ٹھیک ہے لائیے مجھے دے دیجئے"۔

"تو پھر میں چلوں"۔ لڑکی نے کہا۔

"ارے واہ چائے بن رہی ہے"۔

"ہاں بالکل مگر تمہیں میرے ساتھ بیٹھ کر چائے پینا ہوگی"۔

"آپ کے ساتھ بیٹھ کر"۔ سلیمان اداس لہجے میں بولا۔

"کیوں آپ اداس کیوں ہو گئے"۔

"نہیں کوئی خاص بات نہیں ہے بس۔ آپ مجھے بھی پسند آ گئیں تھیں لیکن کوئی بات نہیں ہے اب تو آپ گھر کی مالکن ہوں گی اور مالکن میرا خیال ضرور کریں گی"۔

"لیکن عمران صاحب بہت چالاک ہیں اگر انہوں نے یہ تعویذ نہ پیا تو"۔ لڑکی نے کہا۔

"اس کی تو آپ پرواہ ہی نہ کریں یہ میرا کام ہے"۔ سلیمان نے سینہ ٹھوکتے ہوئے کہا۔

"صبح تک انہیں یہ تعویذ ہر قیمت پر پلا دینا، بابا صاحب نے یہی کہا تھا، وہ آج کے دن چلہ کھینچ رہے ہیں"۔

"آج ہی پلادوں گا آپ اطمینان رکھیئے"۔ سلیمان نے چائے اسے پیش کرتے ہوئے کہا اور پھر اس کے ساتھ ہی خود بھی چائے کے گھونٹ لینے لگا وہ کسی خواب میں کھو گیا تھا اس نے پھر آہستہ سے کہا۔

"مزہ آجائے گا میم صاحب اس فلیٹ میں دو دو دلہنیں ہوں گی، ایک میری۔ ایک صاحب کی مگر آپ وعدہ نہ بھول جائیں"۔

"تم تعویذ پلا دو میں آج ہی تمہارے لئے لڑکی تلاش کرنا شروع کر دوں گی"۔ لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا، بہرحال چائے کے بعد لڑکی اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی اور سلیمان خوابوں میں گم ہو گیا تھا۔ شادی، بیوی، درحقیقت زندگی کا لطف ہی آجائے گا فلیٹ کا ماحول ہی بدل جائے گا۔ وہ واپس کچن میں آگیا اور نجانے کیا کیا سوچتے ہوئے اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔ لڑکی کی یہ بات یاد آ رہی تھی۔ کتنی محبت سے اسے سلیمان صاحب، سلیمان صاحب کہہ رہی تھی۔ کتنا اچھا لگ رہا تھا اس کا سلیمان صاحب کہنا۔ اگر واقعی عمران اس سے شادی کر لے تو وہ اس گھر میں آجائے گی پھر وہ اس کی شادی بھی کرا دے گی۔ اور اس کے بعد۔

سلیمان خوابوں میں کھو گیا۔ لیکن اس وقت کمرے میں فون کی گھنٹی بجی، اور وہ چونک پڑا۔

"لعنت ہے"۔ اس نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کہا اور باورچی خانے سے نکل کر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے مسکراتی نگاہوں سے فیاض کی طرف دیکھا فیاض جھینپ گیا اسے ایک دم غصہ آنے لگا تھا لیکن کیا بولتا۔ عمران خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر بے اختیار ہنس پڑا۔

"کیوں بار بار دانت نکال رہے ہو"۔

"یار فیاض اس وقت تم پورے شادی شدہ لگ رہے ہو"۔

"بکواس مت کرو"۔

"سچ کہہ رہا ہوں، میں یہی تصور کر رہا ہوں کہ تمہاری بیوی تمہیں اسی طرح کرسی سے باندھ دیتی ہو گی"۔

"اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے"۔

"میں تو سوچ رہا ہوں کہ شادی شدہ لوگوں کو کیا زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ تم جس اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہو اس سے یہی پتہ چل رہا ہے کہ تم ان تمام چیزوں کے عادی ہو"۔

"دیکھو عمران فضول باتیں کر کے میرا دماغ خراب مت کرو، کام کی بات کرو"۔

"ہوں ٹھیک ہے، مائی ڈیئر سپرنٹنڈنٹ فیاض، چلو کام کی باتیں ہی کیے لیتے ہیں"۔ عمران نے کہا۔

"تم یہاں کیسے پہنچ گئے"۔ فیاض نے پوچھا۔

"تمہیں پتہ نہیں"۔

"نہیں مجھے کیا معلوم۔ میں تو بہت دیر سے اس ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا۔

"بکواس کر رہے ہو، جھوٹ بولنے والے کی ایک نہ دو پوری چار شادیاں ہوں، ایک درجن بچے ہوں چار عدد ساسیں ہوں گیارہ سالیاں ہوں۔ سمجھ رہے ہو۔ میں بھلا جھوٹ کیوں بولوں گا"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یار پلیز خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ، میں سخت پریشان ہوں۔ ان لوگوں نے مجھ سے سادہ کاغذ پر دستخط لئے ہیں ظاہر سی بات ہے اس طرح میں نے اپنی بربادی کا انتظام خود اپنے ہاتھوں سے کیا ہے"۔

"تمہاری بربادی کا انتظام تو اس دن ہو گیا تھا سوپر جس دن تم نے شادی کی تھی۔ اب تم خود غور کرو آزاد زندگی بھی کیا چیز ہوتی ہے اپنی مرضی سے جاگو، اپنی مرضی سے سو جاؤ۔ نہ بچوں کا جھگڑا اور نہ بیوی کے نخرے۔ اگر کسی کو بد دعا دینی ہو تو واقعی یہ بد دعا دینی چاہیئے کہ خدا کرے تیری شادی ہو جائے۔ یار سوپر تم یہ دیکھو کہ بری صحبت کا نتیجہ

کیا ہوتا ہے اب دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ ہی بندھا بیٹھا ہوں حالانکہ میں شادی شدہ نہیں ہوں"۔

"یقین کرو عمران میں نے تمہیں نہیں دیکھا تھا"۔

"تب تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ تمہاری توند کی چربی آنکھوں پر بھی چڑھ گئی ہے بلکہ آنکھوں ہی نہیں ضمیر پر بھی چربی چھا گئی ہے ویسے میری جان کیا تم مجھے بے وقوف نہیں بنا رہے ہو"۔

فیاض نے عمران کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا وہ تشویش زدہ انداز میں کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔

"کیا مطلب"۔

"ڈیوی کے پاس کیوں آئے تھے تم"۔

"وہ بس یار"۔ فیاض نے عمران کو ٹالتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ بہرحال بس یار اس سے آگے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔

"لیکن دستخط میں نے تمہارے کہنے سے کئے ہیں"۔

"کیا"۔ عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"ہاں تم اشارہ نہ کرتے تو میں کبھی وہ دستخط نہ کرتا"۔

"میں اشارہ کر دوں تو تم دوسری شادی کر لو گے"۔ عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو اس وقت بس یوں سمجھ لو، میں تمہاری وجہ سے پھنس گیا"۔ فیاض جھلائے ہوئے انداز میں بولا اور عمران حیرت سے دیدے نچانے لگا۔ پھر اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم ہوش میں نہیں ہو کیا"۔

"کیوں اس میں بے ہوش ہونے کی کیا بات ہے"۔

"میں خود تمہاری وجہ سے پھنسا ہوں۔ نہ میں تمہیں اس طرح اندر آکر دیکھتا اور نہ میرے دل میں تجسس پیدا ہوتا"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور فیاض بے بسی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اب یہ بتاؤ یہاں سے نکلنے کا کیا بندوبست کیا جائے"۔

"مجھے کیا معلوم۔ ایسا کرتے ہیں ڈیوی سے پوچھ لیتے ہیں"۔

"کیا پوچھ لیتے ہیں"۔

"یہی کہ یہاں سے نکلنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے"۔

"ہوں تو تم باز نہیں آؤ گے"۔

"تم عقل سے پیدل ہو گئے ہو پیارے، بھلا میں یہاں سے نکلنے کا کیا بندوبست کر سکتا ہوں۔ ویسے ڈیوی تمہاری جگہ میری معلومات کا ذریعہ بن سکتا ہے"۔

"دھمکی دے رہے ہو مجھے"۔ فیاض نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"مائی ڈئیر سوپر یہ بتا دو کہ دال میں کیا کالا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"کوئی دال میں کالا نہیں ہے"۔

"تو پھر یہ تمہارا روست بنانے پر کیوں تلا ہوا ہے ارے یہ تو سوچو تمہارا یہ حسین اور مونچھوں سے بے نیاز چہرہ سگریٹ کے سرے سے داغ دار ہو جاتا تو تم دنیا کو کیا منہ دکھاتے۔ رہا میرا مسئلہ تو میں نے

اس لئے تمہیں دستخط کرنے پر مجبور ہے نہ میں تمہارے گوشت سے اٹھتی ہوئی چراند برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے جلے ہوئے گوشت کی بدبو سے نفرت ہے اور وہ بھی تمہارا سڑا ہوا گوشت جو کوئی بھوکا آدم خور بھی نہیں کھا سکتا۔ لاحول ولاقوۃ"۔ عمران نے کہا اور فیاض اسے غصیلی نگاہوں سے گھورنے لگا۔

اب وہ منہ سے کچھ نہیں بولا تھا۔ خاصی دیر تک کمرے میں خاموشی طاری رہی۔ عمران نے سر سینے پر لٹکا لیا تھا اور بیٹھے بیٹھے اونگھنے لگا تھا۔ فیاض کو اس پر شدید غصہ آرہا تھا۔ لیکن پھر اچانک اسے یہ احساس ہوا کہ عمران پر غصہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ غلطی خود اس کی اپنی ہے۔ ڈیوی پر اسے شدید طیش آرہا تھا جس نے اس سے وعدہ خلافی کی تھی۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے سارے چکر میں وہ خود ہی پھنسا تھا۔ ویسے اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ڈیوی کے چنگل سے رہائی پانے کے بعد اس کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دے گا۔ لیکن عمران کا مسئلہ ٹیڑھا تھا، وہ ظاہر ہے اب یہ معلومات حاصل کئے بغیر اسے نہیں چھوڑے گا کہ آخر وہ ڈیوی کے پاس کیوں آیا تھا۔ نجانے یہ کم بخت کیوں آمرا ورنہ اکیلا ہی وہ اس صورت حال سے نمٹ لیتا۔ لیکن اب اسے سب کچھ سچ بتانا پڑے گا اس طرح اس کا اعتماد حاصل کیا جا سکتا ہے وہ دیر تک یہ تمام باتیں سوچتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ڈیئر عمران کیا تم بھی یہاں آکر بے بس ہو گئے ہو"۔ عمران چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ پھر ادھر ادھر دیکھ کر فیاض کی طرف

نگاہیں جما دیں اور حیرت سے بولا۔

"ہائیں سوپر تم"۔

"دیکھو مذاق مت کرو"۔

"ارے باپ رے یہ۔ یہ۔ مم۔ میں۔ میں تو اپنے بستر پر تھا"۔

"عمران پلیز"۔

"میرا نام عمران پلیز نہیں بلکہ علی عمران ہے"۔

"دیکھو یار کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ تم تو اس سلسلے میں ماسٹر ہو کچھ نکلنے کی ترکیب کرو، میں تمہیں تمام واقعات بتا دوں گا"۔

"اوہو اب اندازہ ہو رہا ہے۔ اوہو ڈیوی ڈیوی اس نے باندھا ہے ناں ہمیں"۔

"ہاں اس نے باندھا ہے ہمیں، مگر عمران پلیز اب تم یہاں سے نکلنے کی ترکیب کرو"۔

"مگر یہ تو بتاؤ سوپر کہ تم یہاں آئے کیسے تھے۔ جہاں تک میرا مسئلہ ہے تم میری فکر مت کرو، میں تو عموماً کرسی پر بیٹھے بیٹھے کئی کئی راتیں گزار لیتا ہوں"۔

فیاض گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر کہا۔

"یار تھوڑی سی لالچ میں آگیا تھا میں تمہیں سب کچھ سچ بتا دوں گا"۔

"بتا دوں گا نہیں ابھی بتا دو۔ ورنہ سوپر تمہارا کیا بھروسہ"۔

"یار عمران ایسی بات نہیں ہے۔ بس ایک دن ایک جگہ سے آرہا تھا کہ میں نے ایک کار دیکھی جو اس طرف آرہی تھی۔ کار میں ایک

ایسی شکل نظر آئی کہ مشکوک ہو گیا۔ میں نے کار رکوائی پستول کے زور پر تلاشی لی تو اس میں سے معمولی سی ڈرگس برآمد ہوئیں میں نے ڈرائیور اور اس کے ساتھی کو گرفتار کر کے کار پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس وقت ڈیوی نے مجھ سے ملاقات کی اور ایک بڑی رقم کی پیش کش کی۔ میں اعتراف کر رہا ہوں کہ میں لالچ میں آگیا اور اس وقت میں ڈیوی سے وہی رقم وصول کرنے آیا تھا۔ فیاض کے لہجے سے ندامت ٹپک رہی تھی۔

"یہ حرکت تمہارے پیشے کے خلاف ہے فیاض۔ تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ڈرگس کے اسمگلر صرف قانون کے مجرم ہی نہیں ہوتے بلکہ معاشرے اور مذہب کے مجرم بھی ہوتے ہیں، انسانی زندگی کو موت سے ہمکنار کرنے والے کیا اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کے کرتوتوں پر پردہ ڈال دیا جائے۔ اس طرح تو سوچو تم خود بھی جرم میں ملوث ہو گئے اور تم جانتے ہو سماجی اور معاشی جرائم کس قدر ہولناک ہوتے ہیں۔ فیاض، لوگ تم جیسے اعلیٰ آفیسروں پر ہی تو بھروسہ کرتے ہیں کہ تمہارے ذریعے برائی ختم ہو گی۔ لیکن تم خود اس طرح برائی میں ملوث ہو گئے۔ صرف تھوڑی سی رقم کے لئے۔

"مجھے افسوس ہے عمران میں واقعی شرمندہ ہوں"۔

"تم شرمندہ ہو یا تابندہ، یہ تمہارا مسئلہ ہے بھلا میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں"۔

"میں وعدہ کرتا ہوں عمران کہ اگر یہاں سے نکل پایا تو پھر اس

سلسلے میں بھرپور کوشش کروں گا"۔

"بہرحال تمہارا وعدہ یہ رسیاں نہیں کھول سکے گا"۔

"یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو، کیا تم بھی اس سلسلے میں اپنے آپ کو ناکام پاتے ہو"۔

"ویسے تو بہت سی صورتیں ہیں بقول مرزا جی کہ "ہزاروں صورتیں ایسی کہ ہر صورت پہ دم نکلے، لیکن ڈیوی کا کام ہو گیا تمہارا کام رہ گیا۔ کیا تم بغیر رقم وصول کیے ہی یہاں سے چلے جاؤ گے"۔

"اب ذلیل نہ کرو یار۔ میں واقعی بہت شرمندہ ہوں اس نے میرے ساتھ دھوکا کیا، وہ پہلے سے تیار تھا ورنہ میں اتنی آسانی سے نہ پھنس جاتا"۔ فیاض نے کہا۔

"اور اس کاغذ کا کیا کرو گے جس پر تمہارے دستخط ہیں۔ وہ اس پر تمہارا نیا نکاح نامہ بھی تحریر کر سکتا ہے اور اس کے بعد تمہاری بیوی تمہیں کرسی سے نہیں باندھے گی بلکہ چھت کے پنکھے کے ساتھ الٹا لٹکا دے گی۔

"دیکھا جائے گا یار۔ ویسے یہ سچ ہے کہ میں نے وہ دستخط تمہارے اشارے پر ہی کر دیئے تھے ورنہ کبھی نہ کرتا چاہے وہ میری کھال ہی کیوں نہ اتار لیتا"۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے چلو کھڑے ہو جاؤ"۔ عمران نے کہا اور فیاض آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"مذاق اڑانے سے باز نہیں آؤ گے"۔

"ارے کیوں مذاق مذاق کی رٹ لگا رکھی ہے، میں کہتا ہوں کھڑے ہو جاؤ"۔

"تم کھڑے ہو کر دکھا سکے ہو"۔ فیاض نے جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنا بدن سکوڑنے لگا۔ اس کا بدن نجانے کس طرح ڈھیلا ہوتا جا رہا تھا۔ اور پھر چند لمحوں کے بعد اس نے اپنے ہاتھ آسانی سے آزاد کر لئے، پھر بھلا دوسری رسیاں کھلنے مین کیا دقت ہو سکتی تھی۔ ویسے اس نے بندھتے وقت ہی اس کا خیال رکھا تھا اور بدن میں اس طرح سانس بھری تھی کہ بدن اپنی جسامت سے زیادہ ہو جائے اور اس کے بعد سانس خارج کی جائے تاکہ رسیاں خود بخود ڈھیلی پڑجائیں اور کسی کو تو اس کا احساس نہیں ہو سکا تھا لیکن جب ڈیوی اور اس کے آدمی باہر نکل گئے تو عمران نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا تھا اور رسیاں بھی ڈھیلی پڑ گئی تھیں کسی کو احساس بھی نہیں ہو سکا تھا۔یہاں تک کہ فیاض کو بھی نہیں۔ لیکن اب اس نے ایک بار پھر بدن پھیلا کر رسیاں ٹائٹ کیں اور اس کے بعد ڈھیلی کر کے ہاتھ آزاد کر لئے۔ فیاض حیرت سے منہ پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ عمران نے رسیاں اتار پھینکیں اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ فیاض کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔

"چلو اس طرح تم بھی آزاد ہو جاؤ"۔ عمران نے کہا مگر فیاض جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔

"یار میں تمہاری طرح مداری نہیں ہوں"۔

"مداری کہہ رہے ہو۔ بلاوجہ اس محکمے میں آکر محکمے کی ناک کٹوائی ہے تم نے۔ اس طرح اگر چھوٹے چھوٹے دو ٹکے کے مجرم تمہیں باندھ کر کرسی پر بٹھاتے رہیں تو پھر کیا تمہیں محکمہ سراغ رسانی کا سپرنٹنڈنٹ کہلانے کا حق حاصل ہے"۔

"اب مجھے کھول دو یار کیوں تنگ کر رہے ہو"۔ فیاض نے کہا اور عمران آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ پھر اس نے فیاض کی رسیاں بھی کھول دی تھیں اور فیاض اپنے دوران خون کو بحال کرنے لگا تھا پھر اس کے بعد عمران پھرتی سے آگے بڑھا اور اس نے اس دروازے پر زور آزمائی کی جو باہر سے بند تھا۔ پھر اس نے اپنے لباس کے کالر کے قریب سے ایک باریک سا تار نکال لیا جو کالر میں اڑسا ہوا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے وہ تار موڑ کر چابی کے سوراخ میں ڈالا اور چند لمحے کے بعد کلک کی آواز کے ساتھ تالا کھل گیا تھا اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور دونوں باہر نکل آئے لیکن باہر قدم رکھتے ہی انہیں دو آدمی نظر آئے تھے جو چائے کی ٹرے اٹھائے اس طرف آ رہے تھے۔ انہوں نے انہیں دیکھا اور ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ لیکن دوسرے لمحے ٹرے زمین پر رکھ کر وہ ان کی طرف دوڑ پڑے۔

عمران نے خوفزدہ انداز میں فیاض کو دیکھا اور اس کے پیچھے چھپ گیا۔

"خبردار اپنی جگہ سے جنبش کی تو گولی مار دوں گا۔ ان میں سے

ایک چیخا اور عمران اور فیاض پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگے۔ وہ پستول سیدھا کیئے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔

عمران فیاض کے پیچھے چھپا ہوا کہہ رہا تھا۔

"ارے میں نے کہا تھا ناں اس طرح نہیں کھیلنا چاہیئے کھیل ہی کھیل میں کہیں کوئی گڑ بڑ نہ ہو جائے اب اگر ان بھائی صاحب نے گولی ماردی تو کیا ہوگا"۔

"ہاتھ بلند کرو"۔ دوسرا آدمی غرا کر بولا اور عمران نے فیاض کے پیچھے سے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے فیاض نے خود بھی اپنے ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔ وہ ان کے قریب آگئے۔

"تو تم فرار ہو رہے تھے"۔ ان میں سے ایک نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"نہیں نہیں۔ بب بھائی صاحب۔ قق قسم لے لیجئے۔ ہم تو بس پکڑا پکڑی کھیل رہے تھے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"اپنے آپ کو بہت زیادہ چالاک ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہو"۔

"بب بالکل نہیں، ارے اب تم بھی تو بولو زبان کیوں بند ہو گئی پہلے تو بڑی ڈینگیں مار رہے تھے"۔

"ہوں، چلو واپس پلٹو"۔

"نن، نہیں، پپ پلٹوں گا"۔ عمران نے کہا۔

"سنا نہیں تم نے"۔

"مم، مجھے ان کے آگے جانے دو"۔ عمران بولا۔ فیاض نے تو رخ ہی بدل لیا تھا لیکن عمران نے اپنی جگہ چھوڑی اب یہ الگ بات ہے کہ وہ اچانک زمین پر گرا تھا اور اس نے لوٹ لگائی تھی، پستول والے دونوں آدمیوں کی ٹانگیں اس کی ٹانگوں کی گرفت میں آگئیں اور اس نے انہیں بری طرح زمین پر پھینک دیا، پھر اس کے بعد بھلا وہ اپنی جگہ کیسے رہ سکتا تھا وہ ان میں سے ایک کے اوپر گرا اور اس کے سر لوٹ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا وہ دونوں پھرتی سے پلٹے تھے لیکن عمران ان پر سوار ہو گیا اور اس نے ان کی گردنیں پکڑ لیں، دوسرے لمحے اس نے ان کے بالوں کو اپنی گرفت میں لے کر زور سے ان کے سروں کو زمین سے ٹکرا دیا تھا، دونوں کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔ فیاض احمقوں کی طرح آنکھیں اور منہ کھولے کھڑا تھا لیکن وہ دونوں بھی اس قدر احمق نہیں تھے انہوں نے طاقت لگا کر عمران کو خود پر سے گرا دیا اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر بڑے وحشیانہ انداز میں عمران پر چھلانگ لگائی اور عمران نے جھکائی دے کر اسے کندھے پر اٹھایا اور دوسرے پر اچھال دیا لیکن اس دوران پستول ان دونوں کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے انہوں نے ایک بار پھر عمران ہی پر چھلانگیں لگائی تھیں۔ فیاض کو انہوں نے جیسے نظر انداز ہی کر دیا ہو، یہ بھی بس ایک طرح سے اضطراری کیفیت تھی ورنہ ظاہر ہے فیاض بھی چوہا نہیں تھا لیکن فیاض احمقوں کی طرح اس جنگ کو دیکھ رہا تھا عمران

اور وہ لیٹے ہوئے تھے اور عمران یہ کوشش کر رہا تھا کہ وہ پستول دوبارہ نہ اٹھانے پائیں لیکن پھر ان میں سے ایک فیاض کے اوپر آکر گرا اور فیاض ایک دم جیسے ہوش میں آگیا اس نے جوتے کی ٹھوکر رسید کی جو اس شخص کے منہ پر پڑی اور وہ دوسری جانب الٹ گیا ادھر عمران اپنے شکار کو بے ہوش کر چکا تھا اسے بے ہوش کرنے کے بعد وہ دوسرے کی جانب متوجہ ہوا لیکن فیاض اب سنبھل گیا تھا دو تین ٹھوکروں نے اس شخص کو بھی ہوش و حواس سے بیگانا کر دیا اور اس کا بھی قصہ ختم ہو گیا۔

"آؤ"۔ عمران نے کہا اور فیاض تیزی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔

"کوئی عقبی دروازہ یہاں ضرور ہونا چاہیے"۔ فیاض نے کہا۔

"ہاں لیکن اسے استعمال کرنا مناسب نہیں ہوگا"۔

"کیوں"

"اس وقت یہاں سے نکل جانا ہی بہتر ہے"۔ عمران نے کہا۔

"مگر کیسے"۔

"گندے پانی کی نکاسی کے پائپ بہتر رہیں گے، ویسے بھی تمہیں پیاس لگ رہی ہوگی"۔

"اگر تم بکواس نہ کرو تو میں جانتا ہوں تمہارا ہاضمہ خراب ہو جائے گا"۔

"ہو سکتا ہے لیکن بہرحال گندہ پانی تو صرف تمہارے لئے ہی ہو سکتا ہے"۔ فیاض کو گندے پانی کے پائپ کے ذریعے نیچے اترنے میں

Pakistanipoint Waqar Azeem

خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا جبکہ عمران کسی بندر ہی کی طرح پائپوں کے ذریعے نیچے اترتا ہی چلا گیا تھا۔

"گاڑی کا کیا جائے"۔ فیاض نے پوچھا۔

"جا کر لے آؤ، ظاہر ہے گاڑی کے بغیر جانا تمہاری شان کے خلاف ہے ویسے وہ اتنے ہی احمق ہیں کہ تمہیں قید کرنے کے بعد گاڑیاں وہیں کھڑی رہنے دیں گے"۔ عمران طنزیہ انداز میں بولا اور فیاض جھلا کر خاموش ہو گیا، بہرحال اس کے بعد دونوں اس گلی سے سڑک پر نکل آئے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔

"ہاں سوپر اب تم کہاں جانا پسند کرو گے"۔

"اس وقت مجھے میرے گھر پر ہی چھوڑ دو"۔ فیاض نے نڈھال لہجے میں کہا، عمران نے گردن ہلا دی کچھ دیر کے بعد فیاض اپنے گھر کے دروازے پر اتر گیا تھا۔

"آؤ گے نہیں"۔

"نہیں میں اپنی آنکھوں کے سامنے بیوی کے ہاتھوں تمہاری پٹائی دیکھنا پسند نہیں کرتا"۔ عمران نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور کو آگے چلنے کا اشارہ کر دیا۔

منشیات کے سلسلے میں اخبارات میں بہت ساری خبریں آتی رہتی تھیں حالانکہ محکمہ سراغرسانی، نارکوٹکس، کسٹمز، انٹیلی جنس اور اس قسم کے دوسرے تمام محکمے ان معاملات کو خوش اسلوبی سے سنبھالنے میں مصروف رہتے ہیں، لیکن پھر بھی یہ کسی ایک کی ذمہ داری نہیں ہوتی، ذمے داری کہیں اور کسی بھی جگہ سے پوری ہو جائے ہر شخص اس کا پابند ہوتا ہے، چنانچہ عمران بھی اس وقت خصوصی طور پر اس طرف متوجہ ہوا تھا، کئی واقعات علم میں آچکے تھے، گو ابھی تک اس سلسلے میں خاص طور سے عمران نے کوئی کاروائی نہیں کی تھی، لیکن ڈیوی کے بارے میں فیاض نے جو انکشاف کیا تھا کم از کم اس سے اس بات کا اظہار ہو جاتا تھا کہ ڈیوی جیسے لوگ منشیات کی اسمگلنگ کے سلسلے میں براہ راست ملوث ہیں اور ڈیوی کو نگاہوں میں رکھنا ضروری ہو گیا ہے۔ ویسے عمران اس بات پر بھی حیران تھا کہ پچھلے دنوں جو اس

پر قاتلانہ حملے ہوئے ہیں ان کی نوعیت کیا ہے دشمنوں کا تو خیر کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا، بے شمار دشمن اس کی تاک میں رہتے تھے لیکن یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اس پر پے در پے حملوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے یہ بات بھی ذہن میں آتی تھی کہ اور جو کچھ ہے وہ اپنی جگہ لیکن کم از کم ڈیوی اس میں ملوث نہیں ہے کیونکہ ڈیوی عمران کو پہچانا نہیں تھا جو کوئی بھی ان حملوں کے سلسلے میں کارروائی کر رہا ہے وہ بہرحال عمران سے واقف ہے، کیونکہ حملے بڑے نپے تلے انداز میں ہوئے تھے۔ اور عمران نے سوچا تھا کہ اب اسے بھی منشیات کے ان اسمگلروں کی جانب متوجہ ہو جانا چاہیئے، البتہ اسے یہ احساس بھی تھا کہ فیاض سے جس کاغذ پر دستخط کرائے گئے ہیں وہ فیاض کے لئے کسی بڑی مصیبت کا باعث بن سکتا ہے۔ ڈیوی جیسے لوگوں کو عمران بخوبی جانتا تھا، یہ لوگ ہمیشہ خطرناک اور بڑے کاموں میں ہاتھ ڈالنے کے عادی ہوتے ہیں اور اس معاملے میں ڈیوی کا ہاتھ کسی بڑے خطرے کی پیشگوئی کرتا تھا، اس کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ڈیوی جیسے غنڈے مضبوط پشت رکھتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو محکمہ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ یہ سلوک کوئی آسان بات نہیں تھی، بہرحال عمران نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس معاملے کی تفتیش کرے گا اور اگر واقعی اس سلسلے میں کچھ خاص ہاتھ ملوث ہیں تو اس بار ذرا ان سے ہی چپقلش رہے گی۔ بہرحال خاصی رات گزر چکی تھی جب وہ فلیٹ پر پہنچا تھا۔ چابی اس کے پاس ڈپلیکیٹ رہا کرتی تھی۔ لیکن کبھی کبھی اس کا

استعمال کیا جاتا تھا، اس وقت چونکہ رات زیادہ ہو چکی تھی اس لئے اس نے اپنی ہی چابی سے فلیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔ سلیمان کے خراٹوں کی آواز ابھر رہی تھی عمران ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا اور اس کے بعد وہ خود اپنے کمرے میں پہنچ گیا، لباس وغیرہ تبدیل کر کے بستر پر دراز ہو گیا اور بہت دیر تک ان معاملات کے بارے میں سوچتا رہا۔

صبح کا آغاز معمول کے مطابق ہوا تھا، سلیمان نے صبح کی چائے پیش کی تو عمران نے کہا۔

"سلیمان۔ وہ میں نے تجھے ایک کتاب لا کر دی تھی اس کا کیا ہوا"۔

"وہ بہشتی زیور"۔ سلیمان نے کہا۔

"کیا؟"۔ عمران اچھل پڑا۔ "تجھے اور بہشتی زیور"۔

"نہیں صاحب، آپ نے ایک دن بہشتی زیور کے بارے میں کچھ کہا تھا"۔

"نمبر ون کے گدھے، میں نے مونگ کی دال سے پیچھا چھڑانے کے لئے تجھے ایک کتاب لا کر دی تھی جس میں کھانا پکانے کی ترکیبیں تھیں"۔

"جی صاحب یاد ہے"۔ سلیمان جلدی سے بولا۔

"تو نے پڑھی وہ کتاب؟"۔

"نن... نہیں صاحب ابھی نہیں"۔

"لے کر آجا"۔

"صاحب ناشتہ تیار کر رہا ہوں، آپ یہ چائے پی لیں اس کے بعد ناشتہ لے کر آتا ہوں"۔

"ناشتے کے ساتھ کتاب ہونی چاہئے"۔ عمران نے کہا اور سلیمان برا سا منہ بنا کر وہاں سے چل پڑا پھر وہ باورچی خانے میں ناشتہ تیار کرتا رہا تھا۔ ناشتہ ٹرے میں لگا کر وہ عمران کے سامنے پہنچا اور ٹرے اس کے سامنے رکھ دی عین اسی وقت اسے لڑکی کا دیا ہوا تعویز یاد آیا وہ تو رہ ہی گیا تھا اس وقت بہتر موقع تھا لیکن سارا سامان عمران کے سامنے آچکا تھا۔ وہ پھرتی سے باہر نکلا اور اپنے کمرے میں رکھا ہو تعویز لے کر آ گیا۔ پھر اس نے عمران کے آگے سے چائے کی پیالی اٹھا کر ایک طرف کی اور رخ بدل کر تعویز کو اس پیالی میں ڈبکی دینے لگا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے تعویز گھلی ہوئی چائے نہایت اہتمام کے ساتھ عمران کے سامنے رکھ دی اس پوری کارروائی کے دوران عمران منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہا تھا؟"

"کک.... کچھ نہیں صاحب"۔

"سلیمان"۔ عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"کچھ بھی تو نہیں کر رہا تھا کہہ تو رہا ہوں، آپ خاموشی سے یہ چائے پی جائیے اللہ بہتر کرے گا"۔

"میں کہتا ہوں کیا ڈالا ہے تو نے اس چائے میں"۔

"زہر نہیں ڈالا، آپ کا دشمن نہیں ہوں، اسے پی جائیں فائدہ ہی

فائدہ ہوگا میرا بھی اور آپ کا بھی"۔

"میں کھڑا ہو کر تجھ سے پوچھوں"۔

"ناشتہ کھڑے ہو کر کریں گے؟"

"میں پوچھتا ہوں اس میں کیا ڈالا ہے تو نے؟"

"چائے پی لیں اس کے بعد بتاؤں گا، اللہ قسم پی جائیں آپ کا کیا جائے گا کسی بیچاری کا بھلا ہو جائے گا"۔ سلیمان نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتا رہا پھر غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کب پی تھی"۔

"جی"۔ سلیمان نے نہ سمجھنے والے انداز میں کہا۔

"میں کہتا ہوں کب سے شروع کی ہے تو نے؟"۔

"کک..... کیا صاحب؟"۔

"یہ تو تُو ہی بتا سکے گا کون سا نشہ کرتا ہے"۔

"لعنت بھیجتا ہوں نشہ کرنے والوں پر، کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ، اب چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے پیتے ہیں یا نہیں"۔

"ایسے نہیں سمجھے گا تو"۔ عمران اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور سلیمان پیچھے سرکنے لگا، لیکن عمران نے چھلانگ لگا کر اسے پکڑ لیا تھا۔ اور پھر عمران کے ہاتھ اس کی گردن پر جا جمے"۔

"اب بول"۔

"کک.... کیسے بولوں، گردن تو دبی ہوئی ہے"۔ سلیمان نے بھنچے

بھنچے لہجے میں رک رک کر کہا اور عمران نے اس کی گردن پر گرفت ڈھیلی کی اور بولا۔

"ہاں، فوراً بول پڑ۔ ورنہ زندگی سے محروم ہو جائے گا"۔

"اب کیا کروں صاحب کمبخت یادداشت ساتھ چھوڑ گئی ہے جیب میں رکھ لیتا، کچن ہی میں گھول لاتا آپ کو پتہ بھی نہ چلتا"۔

"کیا چیز تھی"۔ عمران نے ایک بار پھر اس کی گردن کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

"بتاتا ہوں بتاتا ہوں، کیوں گردن کا حلوا اڑہ کئے دے رہے ہیں، افسوس اس بیچاری کو کیا منہ دکھاؤں گا، بڑی مشکل سے چانس ملا تھا شادی کا، وہ بھی گیا"۔ سلیمان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ عمران اسے غصیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"بہت خوبصورت تھی صاحب اللہ قسم۔ بالکل نیک، بہت رو رہی تھی، صاحب آپ کو اللہ کا واسطہ اس کے اوپر رحم کھائیں، چراغ لے کر ڈھونڈیں گے تو ایسی لڑکی دوبارہ نہیں ملے گی"۔ سلیمان نے کہا۔ عمران نے ایک بار پھر سلیمان کی گردن پکڑ لی تھی۔

"ارے کیوں زندگی ختم کئے دے رہے ہیں بتا رہا ہوں، تعویذ دے کر گئی تھی، کہہ گئی تھی اسے گھول کر آپ کو پلا دوں"۔ سلیمان، عمران کو تفصیلات بتانے لگا، عمران کی آنکھیں احمقانہ انداز میں گردش کر رہی تھیں۔ پوری تفصیل سن کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا۔

"واقعی سلیمان تو بڑا نیک دل ہے تیری یہ روائیداد سن کر میرے دل میں بھی اس لڑکی کے لئے ہمدردی پیدا ہو گئی ہے"۔

"اللہ قسم صاحب، اس نے وعدہ کیا ہے میری بھی شادی کرا دے گی"۔

"ذرا ایک بلی پکڑ لا کہیں سے"۔

"بلی"۔ سلیمان حیرت سے بولا۔

"ہاں"۔

"بب... بلی کا کیا کریں گے؟"

"یار سمجھا کر، اگر میں نے اکیلے ہی تعویز پی لیا تو تیری شادی نہیں ہو سکے گی"۔

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی صاحب"۔

"بلی لے کر آئے گا تو سب کچھ سمجھا دوں گا"۔

"بلی بلی۔ ہاں بلیاں تو بہت سی پھرتی رہتی ہیں ابھی لاتا ہوں"۔ سلیمان نے کہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ بلی لے کر آ گیا تھا۔

"اب کیا کریں گے صاحب؟"۔

"بتاتا ہوں"۔ عمران نے کہا، چائے کی پیالی میں دودھ انڈیلا اور اس دودھ میں آدھی چائے ڈال دی اس کے بعد اس نے یہ چائے کی پیالی بلی کے سامنے رکھ دی تھی، بلی دم ہلا کر دودھ ملی ہوئی چائے پینے لگی تھی اور عمران خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا، بلی نے سارا دودھ ختم کر دیا اور معصومیت سے عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ کیا بات ہوئی آپ نے آدھی چائے تو اس بلی کو پلا دی؟"۔

"اب اس بلی کو اس لڑکی سے محبت ہو جائے گی"۔ عمران نے کہا۔

"نصیب تو اپنا ہی خراب ہے صاحب آپ نے تعویز بلی کو پلا دیا اگر میں تھوڑی سی عقل سے کام لیتا تو آپ کو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا اگر آپ یہ تعویز پی لیتے تو آپ کی شادی ہو جاتی اور اس کے بعد میرے بھی ارمان پورے ہو جاتے"۔ سلیمان کہہ رہا تھا مگر عمران غور سے بلی کو دیکھ رہا تھا، بلی اونگھنے لگی تھی لیکن ذرا سی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اچھلی اور اس کے حلق سے عجیب سی غراہٹیں نکلنے لگیں سلیمان بھی چونک پڑا تھا بلی کی آنکھیں پھٹ گئی تھی اور منہ بھیانک انداز میں کھل گیا تھا پھر وہ اپنا منہ زمین پر رگڑنے لگی اس کے حلق سے تکلیف دہ آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ قلا بازیاں کھا رہی تھی سلیمان کے ہوش و حواس گم ہونے لگے۔

"یہ... لک... کیا کر رہی ہے"۔ سلیمان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اسے عشق ہو گیا ہے اور اب یہ اس لڑکی کے فراق میں تڑپ رہی ہے"۔ عمران نے غمگین لہجے میں کہا لیکن سلیمان کا رنگ اترتا جا رہا تھا کچھ لمحے بعد بلی نے دم توڑ دیا، سلیمان کا تو سانس ہی رک گیا تھا اب اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ یہ اندازہ نہ لگا سکے کہ بلی مر چکی ہے۔ عمران نے اس کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"چائے کی پیالی میں ابھی آدھی چائے باقی ہے"۔

"ج... جی صاحب..." سلیمان نے آہستہ سے کہا۔

"یہ آدھی چائے اب تجھے پینی پڑے گی تاکہ تجھے بھی اس لڑکی سے عشق ہو جائے"۔ عمران کا لہجہ حد درجے سرد تھا سلیمان کے دیوتا کوچ کر گئے وہ ہکلائی ہوئی آواز میں بولا۔

"مم... میں... خ۔ خدا قسم صاحب۔ ارے باپ رے"۔ سلیمان بری طرح گھگھیانے لگا اب وہ اتنا بیوقوف بھی نہیں تھا کہ صورتحال کو نہ سمجھ سکتا عمران اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کاغذ کے ٹکڑے کے پاس پہنچ گیا جو سلیمان نے ایک طرف پھینک دیا تھا اور اس پر تعویز لکھا ہوا تھا بہرحال اس نے کاغذ کو سونگھا اس سے ایک ہلکی سی مہک اٹھ رہی تھی جو یقیناً اس زہر کی تھی جس سے تعویز لکھا گیا تھا واقعی ایک اور کوشش تھی اور عمران اس کوشش کو ان پہلی کوششوں سے الگ قرار نہیں دے سکتا تھا جو اب تک کی جاتی رہی تھیں یعنی اسے قتل کرنے کی کوشش اور یہ سب کچھ نہایت خوفناک تھا اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"اگر تم یہ تعویز وہیں سے کیتلی میں گھول لاتے تو اس وقت میں بھی اس بلی کی طرح دم توڑ چکا ہوتا"۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے معاف کر دیں صاحب، معاف کر دیں مجھے، بہت بڑی غلطی ہوئی ہے مجھ سے آئندہ ایسی کسی سالی پر بھروسہ نہیں کروں گا"۔ سلیمان کی آواز سسکیوں میں بدل گئی۔

"تو سالی پر بھروسہ کرنے کی بات کر رہا ہے سلیمان کے بچے، بیوی

رکھنی ہی نہیں چاہیئے کہ سالی پر بھروسہ کرنا پڑے اب تو جلدی سے یہ آدھی پیالی پی لے تاکہ مجھے آئندہ کسی خطرے سے دو چار نہ ہونا پڑے"۔

"ایک بات کہوں صاحب، جان دیتا ہوں آپ پر، ہزاروں بار آپ پر قربان ہونے کو تیار ہوں ساری باتیں اپنی جگہ، مجھے سزا ملنی چاہیئے لائیے یہ پیالی مجھے دیجئے"۔

سلیمان نے آگے بڑھ کر چائے کی پیالی اٹھا لی عمران کو اندازہ ہو گیا کہ اگر فوراً کوئی عمل نہ کیا گیا تو سلیمان اس وقت بہت جذباتی ہو رہا ہے کہیں وہ باقی چائے اپنے حلق میں انڈیل ہی نہ لے، چنانچہ عمران نے چائے کی پیالی اس سے چھین لی۔

"نہیں۔ نہیں تجھے تیری سالی کے ہاتھوں ہی مرواؤں گا بے فکر رہ"۔ سلیمان سسکیاں لے رہا تھا لیکن عمران کا ذہن سوچ میں ڈوبا ہوا تھا آخر یہ حملے اس پر کیوں کیئے جا رہے ہیں۔ وہ سوچتا رہا اور نجانے اس کے ذہن میں کیا کیا پروگرام بنتے رہے، پھر اس نے سلیمان سے کہا۔

"اب تجھے زندگی بھر رونا ہوگا سلیمان"۔

"اللہ قسم صاحب، آپ مجھے مرجانے دیں، اگر آپ کو کوئی نقصان ہو جاتا تو آپ سمجھتے نہیں ہیں"۔

"جو کوئی بھی تھی وہ مجھے مارنا چاہتی، فکر مت کر مجھے اب واقعی مر جانا چاہیئے، جا ایک گلاس پانی لے آ"۔

سلیمان کچھ نہ سمجھا تھا لیکن وہ مرے مرے قدموں سے باہر نکل گیا

عمران نے زہریلی چائے پھرتی سے واش بیسن میں الٹ دی تھی اور خالی پیالی لے کر بیٹھ گیا تھا سلیمان پانی کا گلاس لے کر اندر داخل ہو گیا اس نے عمران کے چہرے کی طرف دیکھا اور چونک پڑا، عمران کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا اس نے پانی کا گلاس سلیمان کے ہاتھ سے چھینا اور ایک ہی سانس میں اسے خالی کر گیا پھر وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

"اب تو خوش ہے۔ میں نے تیری خواہش پوری کر دی ہے"۔

"کک۔ کیا"۔

"ہاں سلیمان، میں نے تیری خواہش پوری کر دی ہے، میری موت کے بعد تو شادی کر لینا"۔

"کک۔ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"تو مجھ سے تنگ آ گیا تھا، میں نے تیرے کہنے پر عمل کیا ہے اور"۔

عمران نے چائے کی خالی پیالی اسے دکھائی، سلیمان بھونچکا رہ گیا تھا پھر وہ بری طرح چیخا۔

"صاحب۔ صاحب یہ آپ نے کیا کیا"۔

"بس سلیمان میرا تیرا اتنا ہی ساتھ تھا میں نے زہریلی چائے پی لی ہے اور اب۔ اب میں تجھے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ سمجھ رہا ہے تو۔ ارے تو نے اس گھر کو کیا بنا رکھا تھا کبھی کچھ، کبھی کچھ۔ بس ہم دونوں ہی کو مر جانا چاہئے"۔

اس بار عمران نے پھرتی سے اٹھ کر سلیمان کی طرف جھپٹا مارا

سلیمان کا چہرہ دہشت سے سفید ہو رہا تھا۔ عمران نے اس کی گردن پکڑ لی اور گردن کی ایک محسوس رگ کو دبانے لگا، سلیمان کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑی تھیں، پھر چند منٹ کے بعد ہی اس کے ہوش وحواس جواب دے گئے اور وہ بے ہوش ہو گیا اس کے بے ہوش ہوتے ہی عمران نے اسے بازوؤں پر سنبھالا اور وہیں ایک صوفے پر ڈال دیا، بقیہ سامان اس نے جوں کا توں رہنے دیا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے رانا پیلس کے نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے بلیک زیرو نے فون رسیو کیا تھا۔

"بلیک زیرو"۔ عمران نے پوچھا۔

"جی سر حکم"۔

"تھوڑی سی تفریح کے موڈ میں ہو"۔

"جی فرمایئے"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"میں نے شاید تمہیں تھوڑی بہت تفصیل تو بتائی تھی"۔

"کس بارے میں سر"۔

"کچھ لوگ مجھے قتل کرنے کے خواہش مند ہیں"۔

"جی ہاں"۔ بلیک زیرو نے کہا اور عمران اسے مختصر الفاظ میں پہلے حملوں کے بارے میں تفصیل بیان کر کے بولا۔

"اور آج پھر مجھ پر حملہ ہوا ہے، یہ حملہ ذرا جدید قسم کا ہے اور میں اسے ذرا اور دلچسپ بنانا چاہتا ہوں"۔

"میں سمجھا نہیں جناب"۔

"سمجھ رہا ہوں غور کرو" ۔ عمران نے کہا اور پھر وہ بلیک زیرو کو اپنا منصوبہ بتانے لگا بلیک زیرو حیران رہ گیا تھا اس کے بعد وہ آہستہ سے بولا۔

"لیکن جناب" ۔

"ہاں اس بار میں چاہتا ہوں کہ ان کی یہ اسکیم کامیاب ہو جائے، میں ایک خاص قسم کی میڈیسن کا انجکشن لے رہا ہوں اس سے کم از کم چھ گھنٹے کے لئے مجھ پر مصنوعی موت طاری ہو جائے گی ۔ اب تمہارا کام صرف اتنا ہوگا کہ مجھے قبر میں نہ پہنچنے دینا اور پوسٹ مارٹم سے بچانا کیونکہ اگر میں پوسٹ مارٹم ٹیبل تک پہنچ گیا تو پھر واقعی تاک دھنا دھن ہو جائے گا" ۔

"ٹھیک ہے جناب آپ مطمئن رہیں مگر کم از کم یہ اندازہ تو ہوتا کہ یہ حملہ آور کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں، جن کے لئے اتنا بڑا کھڑاگ پھیلایا جا رہا ہے" ۔

"بس تھوڑی سی تفریح چاہتا ہوں، یہ پتہ چلنا چاہئے کہ مجرم میرے قتل کے درپے کیوں ہے، میں فی الحال چند چیزیں یہاں سے ہٹا رہا ہوں تم دوسروں کو ہدایت کر دینا کہ اب براہ راست تمہیں کال کیا کریں اور ان لوگوں کو میری موت سے متعلق تمام معاملات کنٹرول کرنا تمہاری ڈیوٹی ہے کیونکہ خاصی دلچسپی رہے گی" ۔

"بڑا عجیب سلسلہ شروع کیا ہے آپ نے" ۔ بلیک زیرو نے پر خیال انداز میں کہا۔

"او کے ۔ میں فون بند کر رہا ہوں" ۔ اس نے سلسلہ منقطع کر دیا اور اس کے بعد اس نے پرائیویٹ فون کے تار کاٹ دیئے ٹیلی فون اور ٹیپ ریکارڈر اور دوسری تمام ایسی چیزیں جو یہاں پر عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں آنی چاہئے تھیں اس نے اٹھا کر ایک محفوظ جگہ بند کر دیں اور اس کے بعد بلی کی لاش اٹھا کر ایک کھڑکی سے اس ڈرم کی طرف اچھال دی جہاں گندی چیزیں پڑی رہتی تھیں اب اس کا کام مکمل ہو چکا تھا اس کے بعد اس نے الماری سے ہلکے سبز رنگ کے سیال کی ایک شیشی نکالی اور سرنج میں اسے کھینچ کر یہ دوا اپنے بازو میں انجیکٹ کر لی، شیشی اور سرنج محفوظ جگہ پہنچانے کے بعد اس نے اپنے آخری مرحلے پر عمل کیا، سلیمان بے ہوش پڑا ہوا تھا وہ سلیمان کے قریب پہنچ گیا اور اس کے بعد اس نے اپنے چہرے پر ایسے تاثرات پیدا کر لئے جیسے دم بہت اذیت سے نکلا ہو زود اثر دوا اپنا کام کر رہی تھی اور عمران کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا جا رہا تھا بس موڈی ہی تھا ہر طرح کے خطرات مول لینا اس کی عادت تھی۔

ڈیوی کے چہرے پر عجیب سی کیفیت چھائی ہوئی تھی لوگ اسے بے حد خطرناک سمجھتے تھے اور اس کے لئے کام کرنے والے یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ڈیوی خود بھی کسی کے سامنے جوابدہ ہو گا یا کسی سے خوفزدہ ہو گا، وہ اتنا ہی خطرناک آدمی تھا لیکن اس وقت اس خطرناک آدمی کے چہرے پر عجیب سا رنگ چھایا ہوا تھا وہ ایک ٹرانسمیٹر سامنے رکھے، کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا، تھوڑی دیر کے بعد دوسری جانب سے رابطہ قائم ہو گیا اور ڈیوی جلدی سے بولا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ ڈیوی کالنگ"۔

"ہاں مسٹر ڈیوی"۔ دوسری جانب سے ایک آواز سنائی دی۔

"ماسٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں"۔

"میری آواز نہیں پہچان سکے ڈیوی"۔

"سوری سر سوری۔ مم۔ میں اس وقت سخت ذہنی ہیجان کا شکار

ہوں"۔

"میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں"۔

"سر مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے"۔

"کیا بات ہے"۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز پرسکون تھی۔

"وہ سر سپرنٹنڈنٹ فیاض میری قید سے نکل بھاگا ہے"۔

"کیسے"۔ آواز اب بھی پرسکون تھی۔

"جناب وہ وعدے کے مطابق رقم لینے آیا تھا میرے آدمیوں نے اسے اندر بھیج دیا اور میں نے اس سے آپ کے حکم کے مطابق ایک سادہ کاغذ پر دستخط کرا لئے، کچھ دیر کے لئے میں اور میرے ساتھی وہاں سے ہٹ گئے تھے اسی دوران وہ اور اس کا اسسٹنٹ دونوں فرار ہو گئے"۔

"اسسٹنٹ بھی اس کے ساتھ تھا"۔

"جی سر"۔ ڈیوی نے جواب دیا۔

"لیکن میرا خیال ہے ان دنوں فیاض کو کوئی اسسٹنٹ نہیں کر رہا، تم کون سے اسسٹنٹ کی بات کر رہے ہو ڈیوی"۔

"سر وہ فیاض کے پیچھے پیچھے ہی آیا تھا اور اسی نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو سادہ کاغذ پر دستخط کرنے پر آمادہ کیا تھا"۔

"اسسٹنٹ نے"۔ دوسری جانب سے آنے والی آواز حیران کن تھی۔

"جی سر"۔

"اسسٹنٹ کا حلیہ بتاؤ" ۔ آواز نے کہا۔

"سادہ سے لباس میں، صورت ہی سے بیوقوف نظر آنے والا، جوان آدمی تھا، نام شاید عمران تھا"۔

"اوہ" ۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز معنی خیز تھی پھر آواز سنائی دی۔

"مسٹر ڈیوی"۔

"یس سر"۔

"کتنے عرصے سے اس شہر میں موجود ہو"۔

"طویل عرصہ ہو گیا جناب ۔ آٹھ نو سال"۔ ڈیوی نے کہا۔

"اور تم اس شخص کو نہیں پہچانتے جسے تم سپرنٹنڈنٹ فیاض کا اسسٹنٹ کہہ رہے ہو"۔

"سر کیا آپ اسے جانتے ہیں"۔ ڈیوی کی آواز میں ہکلاہٹ تھی۔

"محکمہ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کو جانتے ہو"۔

"کیوں نہیں سر"۔

"اوران کے لڑکے عمران کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تمہیں"۔

"جی نہیں"۔

"مسٹر ڈیوی سپرنٹنڈنٹ فیاض تو اس کے جوتوں کی خاک بھی نہیں ہے بلکہ شاید یہ بات تمہارے لئے ناقابل یقین ہو کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض آج جو کچھ بھی ہے وہ اسی کی بدولت ہے، اس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو یہاں تک پہنچایا ہے۔

"سر آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"ڈیوی تم نے مجھے مایوس کیا ہے میں نہیں جانتا تھا کہ تم اس فیلڈ میں ہونے کے باوجود ایسے خطرناک لوگوں سے واقف نہیں ہو گے"۔

"سر میں، میں"۔

"کچھ نہیں ۔ خیر وہ سادہ کاغذ تمہارے پاس موجود ہے جس پر فیاض کے دستخط موجود ہیں"۔

"جی ہاں سر وہ تو موجود ہے"۔

"تو پھر تم سب سے پہلا کام یہ کرو کہ اپنا ہوٹل چھوڑ کر کسی محفوظ جگہ منتقل ہو جاؤ، ٹرانسمیٹر اپنے ساتھ رکھنا تاکہ میں تمہیں اطلاع دے سکوں، ڈیوی تم یہ سمجھ لو کہ تمام کاموں سے زیادہ یہ کام اہمیت رکھتا ہے کہ عمران کو ختم کر دیا جائے، میں اگر کسی کو اپنا مدمقابل سمجھتا ہوں تو وہ صرف یہی شخص ہے اور میں نے اس کے لئے"۔ دوسری طرف سے جملہ ادھورا چھوڑ دیا گیا پھر کہا گیا۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے تمہارے ذہن میں محفوظ ہے"۔

"یس سر ۔ یس سر"۔

"اوکے ۔ اب تم اپنے ہر لمحے سے خوفزدہ رہو، کسی بھی وقت عمران تمہارے لئے مصیبت کا باعث بن سکتا ہے اس لئے جس قدر جلد ممکن ہو سکے روپوش ہو جاؤ اوکے ۔ اوور اینڈ آل ۔ باقی ملاقات بعد میں کروں گا اس وقت جب میں تمہیں محفوظ سمجھ لوں"۔

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہو گیا، ڈیوی کا چہرہ خوف سے سکڑ

گیا تھا اور پھر خوفزدہ انداز ہی میں وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اس نے اپنا سامان سمیٹنا شروع کر دیا تھا اور حقیقتاً اس کی شخصیت اس وقت بڑی مضحکہ خیز ہو گئی تھی پھر وہ ہوٹل سے باہر بھی پچھلے دروازے ہی سے آیا تھا استعمال کے لئے اس نے اپنی کار تک ساتھ نہیں لی تھی اور کافی دور تک پیدل چلتا رہا تھا چوکنے انداز میں چاروں طرف دیکھتا بھی رہا تھا کہ کوئی اس پر نظر تو نہیں رکھ رہا، اسے ہر طرف عمران کے بھوت نظر آ رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

سلیمان کو ہوش آ گیا، تھوڑی دیر تک تو وہ اپنی جگہ پڑا ہوا صورتحال پر غور کرتا رہا، پھر اس کے بعد اچانک ہی اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر بیٹھ گیا تھا، تب اس کی نظر عمران پر پڑی جس کا بدن مڑا تڑا ہوا پڑا تھا، سلیمان کو پھر ایک جھٹکا لگا تھا، واقعات چونکہ یاد آ گئے تھے اس لئے اسے فوراً اندازہ ہو گیا کہ زہریلی چائے نے اپنا کام دکھا دیا ہے، اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور عمران پر جھپٹا اور اس کے بعد شدت سے اسے جھنجھوڑنے لگا لیکن بالکل ہی احمق نہیں تھا، کچھ ہی لمحوں کے بعد اسے احساس ہو گیا کہ عمران اب اس دنیا میں نہیں ہے، اس کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلیں اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہو، عمران مر گیا۔ عمران، اس کا باس، وہ شریر انسان جس سے اس کا زندگی موت کا ساتھ تھا، پھر دفعتاً ہی اس کا کلیجہ حلق سے باہر آ گیا۔ آہ یہ کیا ہوا، یہ کیسے ہوا،

لیکن جیسے ہوا تھا اس کے علم میں تھا اس کے حلق سے دہاڑیں نکلنے لگیں، اس طرح رو رہا تھا وہ کہ کوئی دیکھتا تو خود بھی روئے بغیر نہ رہتا"۔

"ارے، ارے یہ کیا ہو گیا، یہ کیا کر لیا تم نے صاحب، ارے یہ کیا ہو گیا، ایسا تو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا"۔ وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا اور اس کے بعد اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے سب سے پہلے سر عبدالرحمن کی کوٹھی پر ہی فون کیا۔ فون ثریا نے رسیو کیا تھا۔

"کون بول رہا ہے"۔

"ثریا بی بی، میں میں میں"۔

"کیا بکواس ہے، کون ہو تم"۔

"میں، سس...... سلیمان بول رہا ہوں"۔

"کون سلیمان"۔

"آپ کا خادم ثریا بی بی، آپ کا نمک خوار، عمران صاحب کے فلیٹ سے"۔

"ہوں بکو کیا بات ہے"۔

"وہ عمران صاحب۔ عمران صاحب مر گئے"۔ سلیمان نے کہا اور دوسری جانب چند لمحات کے لئے سکوت چھا گیا، پھر ثریا کی غرائی ہوئی آواز ابھری۔

"تم جانتے ہو یہ ڈرامہ تمہارے حق میں کیا ثابت ہو گا"۔

"ثریا بی بی، میں میں آپ سے جھوٹ نہیں بول سکتا صاحب مر گئے، آپ لوگ یہاں آجایئے"۔ سلیمان اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔ دوسری طرف سے ثریا ہیلو ہیلو کرتی رہی تھی، بہرحال اس کے بعد جو ہنگامہ ہوا اسی کی توقع کی جا سکتی تھی، ثریا بہرحال جو کچھ بھی تھی بہن تھی عمران کی۔ حالانکہ عمران کی شخصیت جو کچھ بھی تھی اس پر یقین کر لینے کا مطلب تھا کہ انسان خود اپنے سر پر جوتے لگائے، لیکن سلیمان کی آواز نے اسے یقین دلا ہی دیا تھا، وہ پریشان ہو گئی اس خبر کو فوراً اماں بی تک پہنچانا جس قدر خطرناک ہو سکتا تھا وہ جانتی تھی۔ بہرحال اس نے سر عبدالرحمن کو ان کے آفس یہ اطلاع دی اور سر عبدالرحمن بھی بھونچکے رہ گئے، اکلوتا بیٹا تھا، ثریا نے تمام تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ اس نے اماں بی کو یہ سب کچھ نہیں بتایا ہے"۔

"لیکن وہ اس قدر شیطان فطرت ہے کہ یقین نہیں کیا جا سکتا"۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

"ڈیڈی آپ جیسا مناسب سمجھیں، خدا کرے یہ بھی ان کی کوئی شرارت ہی ہو"۔

"ٹھیک ہے تم ایسا کرو کار میں بیٹھ کر میرے آفس پہنچو اور خبردار کسی ور کو کچھ نہ بتانا۔ پھر سر عبدالرحمن ثریا کے ساتھ ہی عمران کے فلیٹ پر پہنچے تھے انہوں نے اپنے ساتھ فیاض کو بھی لے لیا تھا لیکن حقیقت نہیں بتائی تھی۔ بہرحال فلیٹ پر پہنچنے کے بعد جب اندر داخل ہوئے تو سلیمان، سر عبدالرحمن کو دیکھ کر دھاڑیں مارنے لگا۔ سر

عبدالرحمن گم صم عمران کی لاش دیکھ رہے تھے اور انہیں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کی زندگی کا ایک حصہ کم ہو گیا ہو، ثریا بری طرح کانپ رہی تھی اور اس نے زور سے سر عبدالرحمن کا بازو پکڑ لیا تھا. سر عبدالرحمن کے رخسار پر بھی آنسو بہنے لگے ۔ فیاض خود بھی عجیب وغریب کیفیت کا شکار تھا بھلا عمران اور مر جائے۔ اس نے زندگی میں پہلی بار سر عبدالرحمن جیسے مدبر انسان کو آنسو بہاتے دیکھا تھا۔ فیاض کو یقین نہیں آرہا تھا، لیکن بہرحال جو کچھ تھا نگاہوں کے سامنے تھا، وہ عمران پر جھک گیا، اس کا جائزہ لینے لگا، سلیمان بدستور سسکیاں لے رہا تھا، فیاض نے کہا۔

"سلیمان ۔ کیا واقعہ ہوا تھا، تفصیل تو بتاؤ"۔

"مجھے گرفتار کر لیجئے سپرنٹنڈنٹ صاحب، میں نے صاحب کو قتل کیا ہے سمجھ رہے ہیں ناں آپ، صاحب کا قاتل میں ہوں"۔

"کیا مطلب"۔ فیاض کے علاوہ سر عبدالرحمن بھی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"ہاں سپرنٹنڈنٹ صاحب ۔ نہ میں اس سالی کے فریب میں آتا اور نہ ایسا ہوتا"۔

"بکواس مت کرو اور پوری تفصیل بتاؤ"۔ فیاض غرایا اور سلیمان رو رو کر ساری کہانی سنانے لگا، فیاض کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آ رہے تھے، اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم بکواس کر رہے ہو، تم نے اپنی گردن دبانے کا قصہ اپنی جان

بچانے کے لئے سنایا ہے"۔

"صاحب مجھے پھانسی دے دو، میں اسی قابل ہوں، ارے میں اب بھلا زندہ رہ کر کیا کروں گا"۔ سلیمان روتے ہوئے بولا۔

"بلی کی لاش کہاں ہے"۔ فیاض نے پوچھا۔

"وہ وہ ادھر، ایں، ارے۔ وہ کلک ۔ کہاں گئی"۔ سلیمان چاروں طرف ناپنے لگا، وہ سخت حیران ہو گیا تھا پھر اس نے کہا۔

"بلی خود اٹھ کر تو نہیں بھاگ سکتی صاحب"۔

"اسے حراست میں لے لو فیاض"۔ سر عبدالرحمن نفرت سے بولے، سلیمان نے گردن جھکا لی تھی۔ ثریا بھی بلک بلک کر روئے جا رہی تھی، سر عبدالرحمن نے کہا۔

"مجھے اکیلا نہ چھوڑو ثریا، اگر ماں کی زندگی چاہتی ہو تو حوصلے سے کام لو۔ انہیں کسی قیمت پر نہیں معلوم چاہئے اور فیاض تم لاش اٹھوانے کا بندوبست کرو اور سنو کسی بھی طور یہ خبر اخبارات نہ آنے پائے"۔

"بہت بہتر سر"۔ فیاض نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اور سنو، اس سلیمان سے اس لڑکی کا حلیہ معلوم کرو اور اپنے تمام وسائل اس کی تلاش میں لگا دو"۔ سر عبدالرحمن نے حکم دیا۔ وہ ایک دیوار سے لگے ہوئے تھے ۔ پھر فیاض ان کی ہدایت پر کام کرنے لگا اور اس نے کئی جگہ فون کر کے یہ اطلاع پہنچائی اور کچھ دیر کے بعد تمام کارروائیاں مکمل ہو گئیں ۔ یہاں کی ہر چیز تحویل میں لے لی گئی تھی، سلیمان کو لاک اپ میں پہنچا دیا گیا تھا۔ پھر یہ اطلاع کسی نہ کسی طرح

سر سلطان کو بھی پہنچی، شاید سر عبدالرحمن ہی نے ٹیلی فون کر کے سر سلطان کو اس بارے میں بتایا تھا، سر سلطان چونکہ ان معاملات سے واقف نہیں تھے اس لئے گڑبڑا کر خاموش ہو گئے یہ اظہار بھی نہیں کر سکتے تھے سر عبدالرحمن پر کہ عمران کی کیا حیثیت ہے لیکن بہر حال انہوں نے فوراً ہی تمام تفصیلات معلوم کیں، خود سپیشل ہسپتال پہنچے اور عمران کی لاش دیکھی۔ ان کی حالت بھی بے حد خراب ہو رہی تھی عمران تو سر عبدالرحمن کا بیٹا تھا، لیکن سر سلطان کو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بھی بے سایہ ہو گئے ہوں، انہوں نے فوراً ہی ان معاملات سے نمٹنے کے بعد بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا تھا۔

"یس سر"۔ بلیک زیرو سر سلطان کی آواز سن کر مؤدب ہو گیا۔

"بلیک زیرو۔ کیا تمہیں عمران کی موت کا علم ہے"۔

"جی سر میں سمجھا نہیں"۔

"اوہ تو پھر یہ دردناک خبر سنو، عمران کو قتل کر دیا گیا"۔

"سر آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"اب باقی جو کچھ بھی ہے تم اس سلسلے میں فوراً کارروائی شروع کرو، مجھے لمحہ لمحہ رپورٹ ملنی چاہئے"۔

"بہت بہتر سر"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔ غرضیکہ چاروں طرف ایک پراسرار اور سنسنی خیز خبر گردش کر رہی تھی، بھلا ایسی باتیں بھی کہیں چھپی رہتی ہیں۔ لیکن اس کے بعد جو نئی اطلاع ان لوگوں کو موصول ہوئی تھی وہ اس پہلی اطلاع

سے بھی زیادہ سنسنی خیز تھی، ہسپتال میں کارروائی ہو رہی تھی اور چونکہ معاملہ درپردہ ایسے لوگوں تک کا تھا جو بہت بڑی سرکاری حیثیت رکھتے تھے اس لئے ہسپتال کا عملہ اور تقریباً ہر شخص ہی گومگو کی کیفیت میں تھا اور عجیب عجیب الجھنوں کا شکار نظر آ رہا تھا۔ جو حیرت انگیز اطلاع تھی وہ یہ تھی کہ عمران کی لاش کو ہسپتال سے اغوا کر لیا گیا تھا، اغوا کرنے والے نامعلوم تھے اور انہوں نے انتہائی ڈرامائی انداز اختیار کرتے ہوئے لاش بے شمار لوگوں کی موجودگی میں غائب کر دی تھی۔

یہ اطلاع بھی برق جیسی تیزی کے ساتھ چاروں طرف گردش کر گئی، سر عبدالرحمن کو بھی علم ہو گیا اور سر سلطان کو بھی، سر سلطان ایک بار پھر بلیک زیرو کا فون کھٹکھٹانے لگے تھے۔ لیکن کافی کوششوں کے باوجود ان کا بلیک زیرو سے رابطہ نہیں قائم ہو سکا اور وہ سخت پریشانی کے عالم میں سوچنے لگے کہ یہ سب کچھ کیا ہے، مسئلہ صرف اتنا سا تھا کہ عمران نے انہیں اعتماد میں نہیں لیا تھا ان کا دل یہ بات قبول کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ آہنی چٹان۔ وہ ناقابل تسخیر قوت جو بڑے بڑے مجرموں کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹی رہی تھی کسی معمولی سے حادثے کا شکار ہو جائے یقین نہ کرنے والی بات تھی اور انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔

ڈیوی کسی زخمی چیتے کی مانند اپنی رہائش گاہ کے اس وسیع کمرے میں ٹہل رہا تھا اس کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ اسے کسی سے منہ چھپانا پڑا تھا یا کسی کے خوف سے اس طرح اسے ایک کمرے میں بند ہونا پڑا تھا، وہ ایک خطرناک غنڈہ تھا، پولیس اس کے وارنٹ لئے گھومتی رہتی تھی لیکن اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت پولیس کو کبھی نہیں ہوئی تھی اور اب وہ ایک معمولی سے آدمی سے چھپا ہوا تھا یہ بات اس کے لئے بڑی ذلت آمیز تھی اس نے تو سڑکوں پر قتل و غارت گری کی تھی بڑے بڑے لوگوں سے ٹکرا گیا تھا لیکن ایک معمولی سا جھینگا جسے دیکھ کر یہ احساس بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کسی سے مقابلہ کرنے کے قابل بھی ہے، اس کی ذلت کا باعث بن گیا تھا، عمران کا نام ڈیوی کے لئے نیا ہی تھا اور اسے حیرت ہوئی تھی کہ باس نے عمران کو اس قدر اہمیت دے ڈالی تھی، اصولی طور پر تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ اسے خود

ہی حکم دیا جاتا کہ عمران کو ختم کر دے وہ تو اس کے قبضے میں آ بھی چکا تھا اور اسے ایسی کوئی بات عمران کے اندر نظر نہیں آئی تھی جس کے لئے باس نے اتنی اہمیت کا اظہار کیا تھا، بہر حال اس کی زندگی کے یہ لمحات شدید اذیت آمیز تھے یہاں آئے ہوئے دو دن گزر چکے تھے اور باس نے بھی ابھی تک اس سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا، ڈیوی اب باس کے بارے میں سوچنے لگا اس نے آج تک اس پراسرار آدمی کو نہیں دیکھا تھا لیکن یہ اندازہ اسے بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے ڈیوی کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا تھا اس نے ڈیوی کو اس کا احسان مند بھی بنا دیا تھا اور وہ بہر صورت اس شخص سے کوئی اختلاف نہیں کر سکتا تھا بیوقوف بھی نہیں تھا کہ باس سے اس سلسلے میں احتجاج کرتا، لیکن اب اسے باس کے اس رویے سے شدید اختلاف پیدا ہو رہا تھا یہاں روپوش کر کے وہ بالکل ہی خاموشی اختیار کئے بیٹھا ہوا تھا، کم از کم اسے ڈیوی کو صورتحال سے تو آگاہ کرنا چاہئے تھا اس کی بے چینی بڑھتی رہی اور رفتہ رفتہ اس کی دہشت آخری حدوں کو پہنچ گئی، کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے لیکن پھر تقدیر ہی اچھی تھی کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور ڈیوی چیل کی طرح ٹرانسمیٹر پر جھپٹا اور اسے آن کر دیا۔

"ڈیوی"۔ یہ آواز اس کے باس ہی کی تھی۔

"یس سر"۔ ڈیوی اپنی غراہٹوں پر بمشکل تمام قابو پا سکا تھا۔

"کیا کر رہے ہو"۔

"زندگی کے سب سے مشکل دور سے گزر رہا ہوں چیف، آپ کو اندازہ ہے کہ ڈیوی"۔

"لیکن کیوں ڈیوی"۔

"باس چیتے کو پنجرے میں قید ہونا پڑا ہے۔ ڈیوی آج تک کسی سے نہیں ڈرا باس مجھے بھوکے شیروں کے کٹہرے میں ڈال دو، میں ان شیروں سے لڑ بھڑ کر انہیں مارنا یا خود مرنا پسند کروں گا لیکن ان کے سامنے سے کبھی بھاگوں گا نہیں، باس یہ صرف تمہارا حکم تھا جسے میں نہیں ٹال سکا، باس مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت دو مجھے حکم دو کہ عمران سے دو دو ہاتھ کروں، نتیجہ دیکھ لینا"۔ ڈیوی نے شدید بے چینی کے عالم میں کہا لیکن جواب میں ہلکی سی ہنسی سنائی دی تھی۔

"سوری ڈیوی"۔

"سنو تو باس مجھے ایک موقع دے دو بس ایک موقع، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر گرفتار ہو گیا اور میری پوری کھال بھی بدن سے اتار دی گئی تو تمہارا تذکرہ کبھی میری زبان پر نہیں آئے گا"۔

"سوری ڈیوی مجھے افسوس ہے کہ تمہاری یہ حسرت بھی حسرت ہی رہ گئی"۔

"کون سی حسرت باس"۔

"عمران سے مقابلہ کرنے کی"۔

"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں باس"۔

"وہ ختم ہو گیا ہے"۔

"کون عمران"۔ ڈیوی اچھل پڑا۔

"ہاں"۔

"سچ کہہ رہے ہو باس"۔

"تمہارا کیا خیال ہے، تم سے جھوٹ کہوں گا"۔

"اوہ۔ لیکن باس یہ تو عجیب اور انوکھی خبر ہے، یعنی تم اسے اتنا خطرناک آدمی سمجھتے تھے اور وہ ختم ہو گیا، کیسے آخر کیسے"۔ جواب میں باس کی ہنسی پھر سنائی دی تھی پھر اس نے کہا۔

"ڈیوی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ایک خطرناک دشمن تھا لیکن میرا نظریہ ہے کہ دشمن کو وار کرنے سے پہلے ختم کر دو اور اس چکر میں مت پڑو کہ اس سے آمنا سامنا ہو، میں ان فلمی کہانیوں کا قائل نہیں ہوں جن میں ایک سورما جس کے پاس تمام ہتھیار ہوتے ہیں اپنے مدمقابل کی للکار پر اپنے تمام ہتھیار رکھ کر اس سے مقابلے کے لئے سینہ تان لیتا ہے، وہ فلمی ہیرو ہوتے ہیں ڈیوی، میں فلمی ہیرو نہیں ہوں۔ عمران کو میرا سایہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میں کون ہوں، کہاں ہوں، کیا کر رہا ہوں، لیکن جب میں نے اپنے کام کا آغاز کیا تو میں نے ہر اس شخص کو اپنے ذہن میں رکھا جو میرے لئے خطرناک ہو سکتا تھا اور شاید تم یہ بات سن کر ہنسو یا حیران ہو جاؤ کہ ایسے گیارہ افراد کو میں قتل کرا چکا ہوں جو میری راہ کی رکاوٹ بن سکتے تھے اور ان گیارہ افراد کے لواحقین کو یہ نہیں معلوم کہ ان کے قتل کی وجہ کیا ہے، عمران بھی میری ہٹ لسٹ پر تھا لیکن اس کے بارے میں یہ جانتا تھا

میں کہ جس دن وہ میری راہ پر پڑ گیا میرے لئے مشکلات کا باعث بن جائے گا اس لئے ان گیارہ افراد کی طرح میں نے اس کے لئے بھی ایک طریقہ کار متعین کیا اور تمہیں حیرت ہو گی کہ میرے تین حملوں سے وہ صاف بچ گیا، مجھے اس کی اہمیت اور خطرے کا احساس شدت سے ہوتا چلا گیا اور اس کے بعد بالآخر میرا وار کارگر ہو گیا اور مجھے بہت خوشی ہے اور یہ میری بہت بڑی جیت ہے کہ اسے ہلاک کرنے میں میرا ایک بھی آدمی ضائع نہیں ہوا اور بالآخر میں نے اسے ختم کر دیا"۔

"تو باس اب میری اس قید کا کوئی جواز نہیں ہے"۔

"ہاں ڈیوی تم نہیں سمجھتے کہ میں اپنے آدمیوں سے کس قدر محبت کرتا ہوں اور ان کا کتنا خیال رکھتا ہوں۔ خاص طور سے تم جیسے لوگ جو میری ناک کا بال ہیں، میں تمہارا تحفظ چاہتا تھا ڈیوی اور اسی تحفظ کی وجہ سے میں نے تمہیں محفوظ کر دیا تھا"۔

"لیکن اب باس اب"۔

"اب تم اطمینان سے باہر آ سکتے ہو، کام ختم ہو گیا"۔

"تھینک یو باس، تھینک یو ویری مچ۔ ایک آدمی اور ہے باس اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے"۔

"کون"۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض"۔

"اوہ۔ نو ڈیوی وہ اس پائے کا آدمی نہیں ہے بلکہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے سپرنٹنڈنٹ فیاض اصل میں عمران کا پالا ہوا تھا

اسی نے اس ناکارہ انسپکٹر کو ایس۔ پی کے عہدے تک پہنچا دیا لیکن بہرحال اس جیسے لوگ میری جیب میں پڑے رہتے ہیں"۔

"باس تم کچھ بھی کہو مجھے ایک افسوس رہے گا"۔

"کیا"۔ باس نے سوال کیا۔

"تم نے ڈیوی کی شخصیت کا اندازہ نہیں لگایا باس"۔

"کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"اگر تم اسے خطرناک سمجھتے تھے تو کم از کم ایک موقع مجھے بھی دیتے، میں اس شخص کی لاش کو بھی اپنا دشمن سمجھتا ہوں جس کی وجہ سے مجھے اتنے گھنٹے روپوش رہنا پڑا ہے"۔ جواب میں باس پھر ہنسنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"کوئی فکر کی بات نہیں ہے ڈیوی، ابھی کام جاری ہے، تمہیں دل کی حسرتیں نکالنے کا پورا پورا موقع دیا جائے گا اب تم اطمینان سے یہاں سے نکلو اور اپنے ہوٹل پہنچ جاؤ میری آئندہ ہدایات تمہیں وہیں ملیں گی۔ اور کوئی خاص بات"۔

"نہیں باس تم نے مجھے بہت سی خوشخبریاں سنا دی ہیں اور میں بے پناہ خوش ہوں"۔

"میرے ساتھ رہ کر ہمیشہ خوشیاں مناؤ گے ڈیوی، او کے"۔ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا اور ڈیوی نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا، کچھ لمحے وہ سوچتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر ادھر ادھر دیکھنے لگا اب یہاں سے واپسی کی تیاریاں کرنی تھیں۔

بلیک زیرو سیکرٹ سروس کے ممبران سے بھی یہ کام لے سکتا تھا لیکن اس نے اپنے پروگرام کو تھوڑا سا تبدیل کیا اور جوزف کو ساتھ رکھا۔ ویسے تو جوزف بے شمار مہمات میں ان لوگوں کے ساتھ رہ چکا تھا اور جو ذمے داری اس کے سپرد کی جاتی تھی شاید ہی کوئی ایسا مرحلہ آیا ہو کہ جوزف اس کی تکمیل میں ناکام رہا ہو لیکن چونکہ عمران ہی اسے ایسے معاملات میں بہت کم استعمال کرتا تھا اس لئے عموماً جوزف سے ایسے کام نہیں لئے جاتے تھے لیکن اس وقت بلیک زیرو کو اعتراف کرنا پڑا کہ جوزف واقعی ایک پھرتیلا چیتا ہے اور اہم ترین معاملات میں اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، عمران کی لاش کو ہسپتال سے حاصل کرنا معمولی کام نہیں تھا اور وہ بھی ایسے حالات میں جب اس کے سلسلے میں خاصی لے دے ہو رہی تھی، بہرحال بلیک زیرو اپنے منصوبے میں کامیاب رہا تھا لیکن جوزف اب اس کے لئے دردِ سر بن گیا تھا، عمران کو

اس حالت میں دیکھ کر جوزف ہکا بکا رہ گیا تھا اور اس کے بعد اس نے بلیک زیرو کے کان کھانے شروع کر دیئے تھے۔

"آخر یہ کیا ہو گیا ہے باس کو طاہر صاحب، میرے علم میں آنا چاہئے"۔

"جوزف وقت کا انتظار کرو"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"باس خیریت سے تو ہیں ناں"۔ جواب میں بلیک زیرو نے خاموشی اختیار کر لی تھی، لیکن جوزف کو کچھ شبہ ہو گیا تھا اور اس کے بعد جوزف نے جو ہنگامہ کیا تھا اس نے بلیک زیرو کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا اس وقت بھی رات ہو چکی تھی، عمران ابھی تک اسی مردہ حالت میں رانا پیلس کے ایک کمرے میں موجود تھا اور بلیک زیرو خود پریشان ہو گیا تھا کیونکہ عمران کے چہرے پر مکمل مردنی چھائی ہوئی تھی حالانکہ پورا منصوبہ بلیک زیرو کے علم میں تھا لیکن پھر بھی نجانے کیوں بلیک زیرو کو ایک خوف کا سا احساس ہو رہا تھا عمران بھی کسی مرحلے پر دھوکہ کھا سکتا ہے، نجانے کون سی میڈیسن استعمال کی ہے اس نے، کہیں وہ اس کے لئے نقصان دہ ہی نہ ثابت ہو، جوزف نے بھی بلیک زیرو کی پریشانی دیکھی تھی اور اس کے بعد وہ بہت مضطرب ہو گیا تھا۔

"دیکھو طاہر صاحب میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں اور میں نے آج تک آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیا لیکن یہ بات تو آپ بھی جانتے ہو کہ ایسا میں نے باس ہی کے حکم سے کیا ہے، مجھے باس کی اس

کیفیت کے بارے میں پوری تفصیل بتاؤ ورنہ شاید میں پھر تمہاری کوئی بات نہ مان سکوں"۔

"جوزف کیوں مجھے پریشان کر رہے ہو"۔

"کیا بات کرتے ہو طاہر صاحب میں خود بہت پریشان ہوں تم مجھے صرف یہ بتاؤ کہ باس کی یہ کیفیت کیوں ہے"۔

"میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا"۔

"میں انہیں ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں"۔

"تم دیکھ چکے ہو"۔

"اور دیکھنا چاہتا ہوں"۔ بلیک زیرو کو مجبور ہونا پڑا تھا پھر جوزف پتھرائی ہوئی نگاہوں سے عمران کو دیکھتا رہا تھا اور اس کے بعد خاموشی سے باہر نکل آیا تھا، بلیک زیرو سکون کے ساتھ وقت گزرنے کا انتظار کرتا رہا پھر یوں ہی باہر نکل آیا تھا لیکن رانا پیلس کے ایک مشرقی گوشے میں اس نے ایک عجیب وغریب منظر دیکھا، یہ گوشہ تاریک تھا لیکن اس وقت یہاں پانچ مشعلیں زمین میں نصب تھیں اور ان کے ہولناک سائے جو منظر پیش کر رہے تھے وہ انتہائی عجیب وغریب تھا بلیک زیرو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں اس نے جوزف کو دیکھا جو تقریباً برہنہ تھا بس ایک معمولی سا لباس اس کے زیریں بدن پر تھا اور ان مشعلوں کے درمیان وہ ایک وحشیانہ رقص کر رہا تھا ایسا ہیجانی رقص جیسے کوئی مشین چل رہی ہو انسانی جسم میں یہ مجال، یہ تاب نہیں ہوتی کہ وہ اس قدر برق رفتاری کا مظاہرہ کر سکے۔ بلیک

زیرو کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ اپنی جگہ ساکت جوزف کا یہ بھیانک رقص دیکھتا رہا وقت گزرنے کا احساس بھی نہ ہو سکا پورے تیس منٹ گزر چکے تھے جوزف کو اور اس سے پہلے نجانے کب سے وہ یہ ہولناک رقص کر رہا تھا بالآخر بلیک زیرو ہی کو آگے بڑھنا پڑا اسے خوف ہوا کہ جوزف کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے، مشعلوں کے گرد ایک دائرہ کھینچا گیا تھا بلیک زیرو وہاں کھڑا ہو گیا پھر اس نے مجبور ہو کر جوزف کو آواز دی۔

"جوزف"۔ اور جوزف رک گیا۔ مشعلوں کی روشنی میں اس کا چہرہ بے حد بھیانک نظر آ رہا تھا، آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو رہی تھیں اور ان میں ایسی چمک تھی کہ ان پر نگاہیں جمانا مشکل ہو جائے، پورا بدن پسینے سے شرابور تھا جوزف ساکت نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا کر رہے ہو جوزف"۔

"کچھ نہیں کام ختم ہو گیا"۔

"کیا مطلب"۔

"سوری۔ میں لباس تبدیل کر لوں"۔ جوزف نے کہا اور پھر ایک ایک کر کے ساری مشعلیں بجھا دیں پھر وہاں سے نکل کر سیدھا اپنے کمرے کی جانب چل پڑا بلیک زیرو نے شانے ہلائے تھے بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی پھر جب جوزف نے لباس تبدیل کر لیا اور تھکے تھکے سے انداز میں ایک جگہ بیٹھ گیا تو بلیک زیرو اس کے پاس پہنچ گیا۔

"جوزف میں تمہارے اضطراب کو سمجھتا ہوں"۔

"باس اگر مر گیا تو میں ایک لمحہ بھی زندہ رہنا پسند نہیں کروں گا۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میں خودکشی کے لئے کون سا طریقہ اختیار کروں"۔

"میں جانتا ہوں"۔

"مجھے یہ بتاؤ باس کو کیا ہو گیا ہے"۔

"جوزف انتظار کرنا پڑے گا، میں تم سے کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتا جس پر خود مجھے یقین نہ ہو، مگر یہ تم کیا کر رہے تھے"۔

"مکشولہ ناچ رہا تھا"۔

"یہ کیا ہوتا ہے"۔

"زندگی کا ناچ ہوتا ہے، اگر باس کے اندر زندگی کی رمق باقی ہے تو وہ ٹھیک ہو کر اپنی اصلی حالت میں واپس آجائے گا، مکشولہ کے پورے ہو جانے کا مطلب یہی ہے کہ مقصد پورا ہو گیا ہے"۔

"یعنی یہ تمہارا کوئی مذہبی ناچ ہے"۔

"ہاں۔ اور یہ ناچ صرف وچ ڈاکٹر ہی ناچا کرتے ہیں اس وقت جب قبیلے کی ملکہ یا قبیلے کا سردار زندگی موت کی کشمکش میں ہو اور اس کے بعد وچ ڈاکٹر اپنے عہدے سے معزول ہو جاتے ہیں کیونکہ مکشولہ کرنے کے بعد ان کے جسموں میں جان باقی نہیں رہتی، یہ ایک طرح سے اپنی زندگی دوسرے کے حوالے کرنے کا رقص ہے"۔ بات کچھ بھی تھی بلیک زیرو کی عقل اسے تسلیم کرتی یا نہ کرتی لیکن جوزف کے اس جذبے نے اسے بہت متاثر کیا تھا پھر وہ اندر کی جانب چل پڑا جوزف

کے چہرے پر شدید کرب و بے چینی کے آثار تھے وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کمرے کے سامنے پہنچ گیا جس کے اندر عمران ایک مسہری پر موجود تھا کچھ دیر تک وہ کمرے کے دروازے کے باہر ٹہلتا رہا اور منہ ہی منہ میں نجانے کیا کیا بڑبڑاتا رہا پھر رک گیا، پھر اس نے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر کی ہول سے اندر جھانکا لیکن سامنے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بلیک زیرو وہاں موجود تھا اور عمران شاید اس کی آڑ میں تھا جوزف سیدھا کھڑا ہو گیا اب اس کے چہرے پر بے چینی کے ساتھ ساتھ جھلاہٹ بھی پھیل گئی اس کے بعد اس نے اور زیادہ بے چینی سے ٹہلنا شروع کر دیا پھر دروازے کے سامنے رک کر آہستہ سے دستک دی، اندر قدموں کی آواز سنائی دی اور بلیک زیرو نے دروازہ کھول دیا۔

"کیا بات ہے جوزف، تم مجھے مسلسل پریشان کئے جا رہے ہو"۔

"مجھے اندر آنے دو مسٹر طاہر"۔ جوزف نے کہا۔

"کیوں اندر آنا چاہتے ہو"۔

"باس کو دیکھنا چاہتا ہوں"۔

"ابھی تمہیں اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی"۔ بلیک زیرو نے نرمی سے کہا اور دروازہ بند کرنا چاہا۔

"نہیں مسٹر طاہر"۔ جوزف نے دروازے میں ٹانگ اڑا دی۔

"کیا مطلب"۔

"اب میں باس کے پاس ہی رہنا چاہتا ہوں"۔

"نہیں ہرگز نہیں"۔ بلیک زیرو سخت لہجے میں بولا۔ وہ جانتا تھا کہ

جوزف بکواس کرتا رہے گا اور خود اسے بھی پریشانی ہوگی، بہرحال اس نے جوزف کو اندر آنے سے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن جوزف نے ٹانگ پیچھے نہیں ہٹائی جس کا مطلب تھا کہ اس وقت وہ بلیک زیرو کی بات ماننے سے انکار کر رہا ہے اس نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے معاف کرنا مسٹر طاہر، اس وقت باس کو میری سخت ضرورت ہے میں اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا"۔

"جوزف"۔

"ایک شرط پر اندر آسکتے ہو۔ وہ یہ کہ خاموش رہو گے"۔

"مجھے ہر شرط منظور ہے"۔ جوزف نے کہا اور اندر گھس آیا، پھر وہ عمران کے پاس بیٹھ گیا تھا جو مسہری پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اس کے اندر زندگی کی کوئی علامت نہیں تھی اور بلیک زیرو تشویشناک انداز میں سوچ رہا تھا کہ کہیں عمران سچ مچ اپنے کسی تجربے کا شکار نہ ہو گیا ہو۔ کافی وقت گزر چکا تھا، عمران نے اسے جو منصوبہ بتایا تھا اس کے مطابق اب تھوڑا سا وقت باقی رہ گیا تھا جب اسے ہوش میں آجانا چاہئے تھا ایک ایک سیکنڈ عذاب بنا ہوا تھا اور بلیک زیرو کے چہرے پر سنسنی پھیلی ہوئی تھی جوزف نے واقعی صبر سے کام لیا تھا لیکن بلیک زیرو کو اس کی وحشت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا بلیک زیرو کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا پھر ایک طرف میز پر رکھا ہوا اسٹیتھو اسکوپ نکال کر عمران کے دل کی دھڑکن کا معائنہ کرنے لگا لیکن ابھی وہاں زندگی کے آثار نہیں تھے۔ بلیک زیرو نے پیشانی سے

پسینے کے قطرات صاف کئے اور پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

"مسٹر طاہر تم سے کچھ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں"۔ جوزف بھرائی ہوں آواز میں بولا اور بلیک زیرو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے"۔

"اس باورچی کے بلے کو تو معلوم ہوگا کہ باس کو کیا ہوا ہے"۔

"کون باورچی کا بلہ"۔

"سلیمان کی بات کر رہا ہوں"۔

"جوزف تم بکواس مت کرو اور خاموشی سے یہاں بیٹھے رہو، تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ خاموش بیٹھو گے"۔

"نہیں مسٹر طاہر باس کی زندگی میں مجھ پر تمہارا حکم چل سکتا تھا لیکن اب ایسا لگتا ہے جیسے باس اس دنیا میں نہیں ہے اب مجھ پر کون حکم چلا سکتا ہے اس لئے اپنے لہجے کو درست کرو"۔ جوزف کا لہجہ اس قدر خونخوار تھا کہ بلیک زیرو چونک کر اسے دیکھنے لگا، ایک لمحے کے لئے اس کے دماغ میں بھی گرمی پیدا ہوئی تھی لیکن دوسرے لمحے جوزف کی ایک قلقاری نے اسے چونکا دیا تھا یہ قلقاری مسرت بھری آواز کی شکل میں اس کے منہ سے نکلی تھی اس کی نگاہیں عمران کی طرف تھیں اور دوسرے لمحے اس کے منہ سے ایک مسرت بھری آواز نکلی۔

"باس زندہ ہے مسٹر طاہر باس زندہ ہے"۔ بلیک زیرو اچھل پڑا تھا اور اس کی نگاہیں عمران کی جانب اٹھ گئی تھیں۔

بلیک زیرو جیسا آہنی انسان بھی اس وقت اپنے بدن میں شدید سنسنی محسوس کر رہا تھا اس کی نگاہیں عمران پر پڑیں جو آہستہ آہستہ کسمسا رہا تھا اس کے سینے کا زیرو بم اب صاف محسوس ہو تا تھا ایک لمحے تک تو بلیک زیرو اعصابی کھچاؤ کا شکار رہا۔ پھر دوسرے لمحے وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

پروگرام کے مطابق اس نے جلدی سے ایک طرف رکھی ہوئی سرنج اٹھائی اور ایک انجکشن توڑ کر اس کا سیال سرنج میں کھینچا اور اسے عمران کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ عمران کے بازو کو مسلتا رہا تھا۔ اس کی نگاہیں عمران پر جمی ہوئی تھیں اور بلیک زیرو کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے دل میں خوشیاں اتر رہی ہوں۔

عمران جہاں بہت سی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا وہیں اس

کے چاہنے والے بھی اتنی تعداد میں موجود تھے کہ انہیں بھی عمران کے دشمنوں کی طرح انگلیوں پر نہ گنا جا سکے اور اس بار تو عمران نے ایک ایسا کھیل کھیلا تھا جو شاید پہلے کبھی نہ کھیلا ہو گا۔

بلیک زیرو خود بھی اس کھیل پر ششدر تھا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عمران ایسا بھی کر سکتا ہے لیکن عمران سے ہر کام کی امید رکھی جا سکتی تھی۔

رفتہ رفتہ عمران نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحات ان آنکھوں میں کھوئی کھوئی سی کیفیت طاری رہی اور اس کے بعد عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"چوں۔ چرر، چا، دھڑ چوں"۔ اس کے ہونٹوں سے بڑبڑاہٹ نکلی۔

"جی"۔ بلیک زیرو کان جھکا کر اس کی آواز سننے کی کوشش کرنے لگا۔

"چوں، چڑ، چا چڑ دھوں"۔ کچھ غلط بول گیا کیا۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار مسکرا پڑا۔

"جی نہیں آپ بالکل ٹھیک بولے ہیں"۔۔۔۔

"اس کا مطلب ہے کہ اب تمہیں انجکشن کی ضرورت ہے"۔

"مجھے"۔

"ہاں تمہیں"۔

"وہ کیوں جناب"۔ بلیک زیرو نے مسکرا کر پوچھا۔

"جس بکواس کو تم ٹھیک کہتے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اسے

تمہاری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے"۔

"میرا دل چاہ رہا ہے قہقہے لگاؤں"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ارے باپ رے اس کے بعد تمہارا دل چاہے گا کہ پتھر اٹھا کر میرے سر پر دے مارو"۔

"جی نہیں"۔

"جوزف"۔

"یس باس"۔

"تو کیا کر رہا ہے"۔

"مر رہا ہوں باس"۔

"خدا تیری مغفرت کرے"۔

"باس تم ٹھیک ہو"۔

"لڑے گا مجھ سے"۔ عمران نے کہا اور دونوں ہاتھ ٹکا کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"نہیں باس۔ میری ہڈیوں میں اب اتنی جان نہیں رہی ہے"۔

"شادی کے بغیر"۔

"باس تم ٹھیک ہو، ساری دنیا ٹھیک ہے"۔

"آپ واقعی اپنی توانائی بحال کر چکے ہیں"۔ بلیک زیرو بولا۔

"یار بس دل چاہ رہا ہے کہ کسی کو ماروں"۔

"مارنے کا موڈ ہو رہا ہے باس تو مجھے مار لو۔ تمہارا یہ غلام کس کام آئے گا"۔ جوزف نے آگے بڑھ کر کہا اور عمران ایک گہری سانس لے

کر بلیک زیرو کی طرف دیکھنے لگا۔

"اور سناؤ کیا پوزیشن رہی"۔

"بس جناب کاش آپ کو اندازہ ہوتا کہ لوگ آپ سے کتنی محبت کرتے ہیں"۔

"عشقیہ گفتگو نہ کرو۔ کام کی بات بتاؤ"۔

"کام کی بات کیا بتاؤں"۔

"میری موت کے بعد کیا کیا ہوا تھا"۔

"خدا نہ کرے کہ آپ کی موت ہو"۔

"بلیک زیرو تم سے یہ امید نہیں تھی"۔

"کیسی امید جناب"۔

"یہی کہ تم بھی زنانہ گفتگو کرنے لگو گے"۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو پھر ہنسنے لگا تھا۔ اس نے کہا۔

"سلیمان نے سب سے پہلے آپ کے گھر فون کیا تھا"۔

"ارے باپ رے، ڈیڈی نے میری لاش پر جوتے تو نہیں لگوائے"۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں عمران صاحب، سب کی کیفیت بہت خراب ہے"۔

"ڈڈ، ڈیڈی کی بھی"۔

"ہاں بہرحال مجھے ایک باپ کا تجربہ تو نہیں ہے۔ لیکن ناتجربے کاری کے باوجود یہ کہہ سکتا ہوں کہ سر عبدالرحمن صاحب کی جو

کیفیت ہوئی وہ قابل رحم تھی"۔

"اللہ رحم کرے"۔

"اور وہی نہیں باقی لوگ بھی اسی عالم میں تھے سر سلطان اور دیگر لوگ"۔

عمران پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"سر سلطان کی کیا پوزیشن ہے"۔ جواب میں بلیک زیرو ان کے بارے میں بتانے لگا۔

"لہٰذا اس کا مطلب ہے کہ میرا مقصد پورا ہو گیا"۔ عمران نے کہا۔

"کاش مجھے آپ کے مقصد کے بارے میں اندازہ ہوتا"۔

"یہی کہ جو لوگ مجھے مردہ دیکھنا چاہتے تھے اب وہ مطمئن ہو گئے"۔

"وہ کون لوگ ہیں باس۔ میں انہیں پوری طرح مطمئن کر دوں گا"۔ جوزف نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ۔ لیکن کچھ پریشانی بھی ہے مجھے"۔

"آپ مجھے بتائیے جناب"۔

"گھر والے، ویسے مجھے یقین ہے کہ اماں بی کو کسی نے کچھ نہیں بتایا ہو گا، کیونکہ وہ لوگ سمجھدار ہیں"۔

"اگر آپ کو ہسپتال سے اغوا نہ کر لیا ہوتا تو بات بہت زیادہ بگڑ سکتی تھی"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں مجھے یقین ہے"۔

"لیکن جناب مجھے ذرا یہ بتا دیجئے کہ صورتحال کیا ہے"۔ بلیک زیرو

نے کہا۔

"صورت کا تو پتہ نہیں حال یہ ہے کہ میں اب ہوش و حواس میں ہوں۔ ویسے بلیک زیرو تم بھی ایک بار مر کر دیکھو"۔

"وہ کیوں جناب"۔

"بس بلیک زیرو موت کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے"۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"مگر قصہ ابھی تک آپ نے مجھے نہیں بتایا۔ آخر وہ کون لوگ ہیں جو آپ کو مردہ دیکھنا چاہتے ہیں"۔

"یہی تو معلوم کرنا ہے ویسے میرا خیال ہے مجرموں کو اب یقین ہو گیا ہو گا کہ ان کی کوشش اب کارگر ثابت ہوئی ہے"۔

"ہاں ظاہر ہے وہ اپنے کئے کا رد عمل مزید دیکھنا چاہیں گے۔ اب کیا پروگرام ہے"۔ بلیک زیرو نے پوچھا اور عمران پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا اب اس کی کیفیت پوری طرح بحال ہو گئی تھی اس نے کہا۔

"یار کچھ کھلاؤ پلاؤ یہ کم بخت موت۔ اس لئے بہتر ہے کہ انسان پیٹ کا مریض نہیں ہوتا۔ اب تم یوں کرو کہ پہلے میرے لئے کچھ کھانے پینے کا بندوبست کرو اس کے بعد سر سلطان کو فون کر کے ان سے رابطہ قائم کرو اور ان سے کہو کہ لاش کی تلاش جاری ہے اور تم اس سلسلے میں بہت جلد کاروائی کر رہے ہو"۔

"کیا انہیں یہ اطلاع نہیں دینی کہ آپ"۔

"یار فضول باتیں مت کرو۔ جو کہہ رہا ہوں وہی کرو"۔

پھر بلیک زیرو وہاں سے چلا گیا تھا۔ عمران تھوڑی دیر تک کھانے پینے میں مشغول رہا۔ بلیک زیرو نے اس کے سامنے ہی سر سلطان سے رابطہ قائم کیا تھا۔

دوسری طرف سے آنے والی آواز عمران ڈیوائس پر انلارج کر کے سن رہا تھا۔

"سر آپ کا خادم بول رہا ہے"۔

"بلیک زیرو تم"۔ سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"جی سر"۔

"کیا رہا۔ کیا ہو رہا ہے"۔ سر سلطان نے پوچھا۔

"سر لاش کی تلاش جاری ہے میں بھرپور کوشش کر رہا ہوں"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوہ میرے خدا تمہیں یقین ہے کہ عمران ختم ہو گیا؟"

"جناب عالی کیا آپ کا دل اس بات کو قبول کرتا ہے"۔ بلیک زیرو نے سر سلطان سے پوچھا۔

"خدا کی قسم بالکل نہیں"۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"میں بھی اپنے آپ کو یہی فریب دینے کی کوشش کر رہا ہوں"۔

"فریب"۔

"جی ہاں ابھی اسے فریب ہی کہا جا سکتا ہے"۔

"نہیں بلیک زیرو تم میری ہمت بندھا سکتے ہو بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ عمران کے ساتھ یہ حادثہ پیش آ گیا ہے بلکہ میں خود بھی

ذہنی طور پر اس حادثے کو برداشت نہیں کر سکتا"۔

"حوصلے سے کام لیجئے جناب"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"کوشش تو کر رہا ہوں۔ ویسے تمہیں اس سلسلے میں جیسے ہی کوئی اطلاع موصول ہو مجھے فوراً بتانا"۔

"آپ بالکل اطمینان رکھیے، میں بھرپور کوشش کر رہا ہوں"۔

"ویسے بلیک زیرو ایک بات کہوں"۔

"جی سر"۔

"لاش کا غائب ہو جانا میرے لئے باعث تقویت ہے"۔

"جی میں سمجھا نہیں"۔

"آخر لاش کہاں غائب ہو گئی"۔

"آپ کا مطلب ہے"۔

"ہاں عمران اتنی آسانی سے دشمنوں کا شکار ہو جانے والوں میں سے نہیں ہے۔ لاش کا غائب ہو جانا اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہے۔ بہرحال بلیک زیرو یہ تو اب دیکھنا ہی ہو گا کہ ہوا کیا ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

عمران نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی تھی۔ بہرحال اب اس کے بعد وہ رات ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ ویسے اسے اپنی یہ موت خاصی دلچسپ معلوم ہوئی تھی بس اماں بی کا خیال تھا۔ باقی لوگوں کے بارے میں تو اسے اندازہ تھا کہ ان کی کیا کیفیت ہو گی۔ پھر خاصی

رات ہو گئی اور وہ اپنے طور پر غور کرتا رہا۔ سلیمان کے بارے میں بھی بلیک زیرو سے معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ اصل میں اس وقت سلیمان کو بے ہوش کرنے کا مطلب یہی تھا کہ اگر بات آگے بڑھے تو سلیمان کی گردن نہ پھنسے۔ لیکن وہ بیچارہ مفت میں پھنس گیا تھا۔ البتہ حالات ایسے تھے کہ اس پر شبہ ہونا لازمی تھا اور ویسے بھی سلیمان نے اپنا فرض پورا کیا ہوگا۔

پھر خاصی رات ہو گئی عمران نے اپنے چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا اور باہر نکل آیا۔ کچھ فاصلے تک پیدل چلتا رہا اور اس کے بعد اس نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کر کے روک لیا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

"کدھر چلنا ہے صاحب"۔

"بس اس ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھ دو اور جب تک ٹیکسی چلتی رہے چلاتے رہو"۔

"جی صاحب"۔ ٹیکسی ڈرائیور حیرت سے بولا۔

"میٹر چلے گا ناں"۔

"وہ تو چلے گا صاحب"۔

"تو بس چلتے رہو۔ میں تمہیں بتا دوں گا کہ کہاں جانا ہے"۔

"ٹھیک ہے صاحب"۔ ٹیکسی ڈرائیور نے شانے ہلائے اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

عمران نے پشت سے سر ٹکا دیا تھا۔ وہ کسی سوچ میں گم تھا۔ ذہن میں یہ فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ ان لوگوں کی راہ پر لگنے کے لئے کونسا

طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ بڑی عجیب صورت حال تھی مجرم اسے قتل کر دینا چاہتے تھے اور انہوں نے اپنے طور پر تین کوششیں کی تھی پھر چوتھی کوشش اسے زہر دلوانے کی کی گئی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کا مقصد کیا تھا"۔

"عمران کے ذہن میں ڈیوی بھی آیا۔ لیکن ڈیوی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ سلیمان نے اس لڑکی کا حلیہ بھی بتایا تھا۔ وہ لڑکی کون ہو سکتی ہے۔ ویسے سلیمان آسانی سے کسی عورت کا شکار ہو سکتا ہے، کوئی بھی چالاک لڑکی اسے اس بات کے لئے مجبور کر سکتی ہے؟"۔

بہت دیر تک وہ غور کرتا رہا اور پھر ذہن ایک بار پھر دوبارہ ڈیوی کی جانب چلا گیا اس کے ذہن میں پھلجڑیاں سی چھوٹنے لگیں۔

ڈیوی منشیات کا کاروبار کرتا تھا کم از کم فیاض کی بتائی ہوئی صورتحال سے یہی اندازہ ہوتا تھا ویسے بھی ان دنوں منشیات کی کہانیاں ضرورت سے کچھ زیادہ ہی منظر عام پر آ رہی تھیں۔ نہایت منظم پیمانے پر یہ کام ہو رہا تھا۔ ڈیوی کے بارے میں یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ منشیات کا اسمگلر ہے اس نے بہرحال ایک بہت بڑا کام کیا تھا۔ یعنی محکمہ انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ کو قید کر لیا تھا اور اس سے ایک سادہ کاغذ پر دستخط لئے تھے بہت بڑی بات تھی یہ۔ خطرہ خود ڈیوی نے تو اپنے لئے مول نہیں لیا ہوگا۔ یقیناً اس کی پشت پر کوئی بڑی قوت ہوگی اور اس طرح شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کا مطلب ڈیوی خود بھی بہت اچھی طرح جانتا تھا پھر نجانے ذہن میں کیا سمائی کہ عمران نے

ٹیکسی ڈرائیور کو ڈیوی کے ہوٹل کا پتہ بتا دیا اور ڈرائیور نے ٹیکسی اس جانب بڑھا دی۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

ڈیوی کا ہوٹل ہمیشہ ہی بھرا پُرا رہتا تھا حالانکہ اس وقت رات بہت کافی ہو گئی تھی لیکن اب بھی ہوٹل میں اچھی خاصی رونق تھی۔ یہ عمران ہی وہ سر پھرا تھا جو ان حالات میں بھی یہاں پہنچ گیا تھا۔

بہرحال اس وقت اسے پہچان لئے جانے کا خطرہ نہیں تھا، کیونکہ چہرے پر میک اپ تھا، بالآخر وہ ایک میز پر جا بیٹھا اور اس نے چائے اور کچھ اسنیکس کا آرڈر دے دیا۔

کچھ دیر کے بعد اس کا آرڈر سرو کر دیا گیا میز کا انتخاب اس نے خاص طور سے کیا تھا جہاں سے دروازے پر نظر رکھی جائے اور ہال کا بھی جائزہ لیا جا سکے بس یونہی یہ خیال ذہن میں آگیا تھا۔ کوئی ایسا تصور ذہن میں نہیں تھا جس کے تحت ذمہ داری کے ساتھ کام کا آغاز کیا جا سکے۔ کچھ لمحوں کے بعد اچانک عمران نے ایک لڑکی کو دیکھا۔ تنہا تھی خاصی خوبصورت تھی اور عمدہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ اپنی شخصیت کے باعث

وہ ضرورت سے زیادہ اسمارٹ نظر آ رہی تھی۔ لیکن ڈیوی کے ہوٹل میں اس حلیے کی لڑکی کا داخل ہونا بہت عجیب تھا اور وہ بھی تنہا اور پھر رات کے اس حصے میں۔

عمران دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔ لڑکی نے ہوٹل کے کسی میز کی جانب رخ کرنے کی بجائے سیدھے کاؤنٹر کا رخ کیا تھا اور اپنے پرس کی جیب سے ایک کارڈ نکال کر کاؤنٹر پر رکھا۔ کاؤنٹر کلرک نے تجسس آمیز نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ کارڈ اٹھا کر اس پر غور کیا اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ پھر اس نے قریب رکھے ہوئے انٹرکام پر کسی کو مخاطب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد عقبی راستے سے ایک خطرناک سی شکل کا آدمی باہر آگیا۔

کاؤنٹر کلرک نے اس سے کچھ کہا اور وہ اندر چلا گیا۔ لڑکی اپنے ہینڈ بیگ سے کچھ نکالنے لگی تھی اور عمران نے اس چیز کی جھلک دیکھ لی تھی۔ عمران کی تیز نگاہوں نے ایک لمحے میں بھانپ لیا تھا کہ نوٹوں کی گڈی ہے اور اس کی مالیت ایک لاکھ روپے ہے۔ اندر جانے والا آدمی واپس آیا اور اس نے ایک پیکٹ لڑکی کی جانب بڑھا دیا جسے لڑکی نے فوراً ہی اپنے پرس میں رکھ لیا تھا۔ اس کے بعد کاؤنٹر کلرک نے وہ کارڈ بھی لڑکی کو واپس دے دیا اور وہ کارڈ لے کر ہوٹل کے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

عمران نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اس وقت اس لڑکی کا تعاقب کرنا ضروری ہے، پتہ تو چلنا چاہیئے کہ اس ایک لاکھ روپے کی

رقم کے بدلے میں حاصل ہونے والی چیز کیا ہے۔

دوسرے لمحے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ اس انداز کا اظہار کر رہا تھا جیسے نشے میں ہو، جھکی جھکی آنکھوں سے اس نے کاؤنٹر کلرک سے اپنے بل کے بارے میں پوچھا اور کاؤنٹر کلرک نے ویٹر کو بلا لیا۔

ویٹر نے میز کی طرف دیکھا پھر عمران کی طرف۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے بل کی رقم بتا دی۔

عمران نے ایک بڑا نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر پھینکا اور لڑکھڑائے ہوئے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ ویٹر اور کاؤنٹر کلرک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی وہ سمجھ گئے تھے کہ نشے میں ڈوبا ہوا شخص کھائے پیئے بغیر ہی بل دے کر باہر نکل گیا ہے۔

عمران دروازے تک تو اس طرح چلا تھا کہ جیسے کسی بھی وقت گر پڑے گا۔ لیکن دروازے سے باہر نکلتے ہی اس کی رفتار تیز ہو گئی اور اس نے لڑکی کو دیکھ لیا جو سڑک کے دوسرے کنارے کھڑی ہوئی ایک کار کی جانب بڑھی تھی۔

عمران کی نگاہیں بے چینی سے ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگیں اور پھر اس نے ایک طرف چھلانگ لگا دی۔ یہاں کئی ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں، رات کو ایسی ٹیکسیاں ہوٹلوں کے دروازوں پر موجود ہوا کرتی ہیں کیونکہ اس وقت کی کمائی ذرا مختلف ہوتی ہے۔

عمران ایک ٹیکسی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا اور ڈرائیور نے

چونک کر اسے دیکھا۔

"کدھر جانا ہے صاحب"۔ ڈرائیور کرخت لہجے میں بولا۔

"محبوبہ دلنواز بھاگ رہی ہے یار اسے پکڑ لو گے تو جو منہ سے مانگو گے دوں گا"۔

"کدھر ہے"۔ ڈرائیور نے مستانے انداز میں کہا۔

"وہ دیکھو وہ جا رہی ہے۔ہائے جان جاتی ہے میری اس پر"۔ عمران نے کار کی جانب اشارہ کر کے کہا اور ڈرائیور نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

"کرنا کیا ہے"۔

"بس چلو پیچھے چلتے رہو"۔

ڈرائیور نے کار لڑکی کی کار کے پیچھے لگا دی تھی اور نہایت احتیاط کے ساتھ اس کا تعاقب کرنے لگا تھا۔

"صاحب آپ لوگ ایسی لڑکیوں کا پیچھا کیوں کرتا ہے"۔

"پیارے ڈرائیور بھائی۔یہ لڑکی میری زندگی ہے"۔

"ابی چھوڑو صاحب شادی ہو گا چار بچہ ہو گا تو آپ زندگی کی بجائے خودکشی پہ غور کرے گا"۔

عمران ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔

ڈرائیور بھی کوئی دل جلا معلوم ہوتا تھا، البتہ تعاقب بڑی عمدگی سے کر رہا تھا وہ۔ پھر شہر کے ایک متمول علاقے میں کار ایک کوٹھی کے دروازے سے اندر داخل ہو گئی اور عمران نے گہری سانس لے کر

ڈرائیور سے کہا۔

"اب جوتے کھانے جا رہا ہوں۔لو تم یہ اپنی رقم لو"۔

"جاؤ صاحب کھاؤ۔اللہ تمہارا پیٹ بھرے"۔ ڈرائیور دلچسپ آدمی تھا۔ عمران مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ ٹیکسی کے دور جانے کا انتظار کرتا رہا تھا۔ پھر جب ٹیکسی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو عمران آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا کوٹھی کے سامنے سے گزرا۔ کوٹھی بہت شاندار تھی، نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی جس پر صفدر ولا لکھا ہوا تھا۔

عمران وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ کچھ دیر تک غور کرتا رہا اور اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ یقینی طور پر ڈیوی کے ہوٹل سے کوئی شے حاصل کی گئی ہے تو وہ ڈرگس ہی ہوں گی کیونکہ بہرحال ڈیوی کا ہوٹل ناجائز منشیات کے سلسلے میں استعمال کیا جا رہا ہے اور صورتحال آہستہ آہستہ اس کی سمجھ میں آ گئی۔

لڑکی منشیات کی عادی کسی دولت مند باپ کی بیٹی تھی اور ڈیوی کے ہوٹل سے اسے منشیات حاصل ہو جاتی تھیں منشیات کے اس ریکٹ کے پیچھے یقینی طور پر کوئی خطرناک ذہن کام کر رہا ہو گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر ہونے والے حملے پیش بندی ہوں کیونکہ عمران کی شخصیت بہرحال بہت سے لوگوں کے علم میں تھی۔ البتہ اب اس کوٹھی میں داخل ہو کر کوئی عمل کرنا فی الحال غیر مناسب تھا چونکہ اسے صورتحال کا اندازہ ہو چکا تھا۔ پھر دوسری ٹیکسی کی تلاش میں اسے خاصی وقت پیش آئی تھی۔ لیکن بہرحال ٹیکسی اسے مل گئی اور وہ اس

میں بیٹھ کر چل پڑا۔

کوئی خاص اندازہ تو نہیں ہو سکا تھا لیکن ذہن بہرحال تھوڑا بہت صاف ہو گیا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو اس نے رانا پیلس ہی کا پتہ بتا دیا تھا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ
ڈاٹ کام

بلیک زیرو پر خیال انداز میں عمران کی صورت دیکھ رہا تھا، دونوں کے سامنے کافی رکھی ہوئی تھی اور دونوں کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہے تھے۔ عمران نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

"بہرحال موت کا یہ ڈرامہ کچھ دن تک چلائے رکھنا بہتر ہو گا۔ لیکن بہرحال سامنے تو آنا ہی ہو گا کیونکہ اس طرح بہت سے کاموں میں رکاوٹ پڑ رہی ہے اور کچھ لوگ الگ پریشان ہیں۔ میرا خیال تھا کہ مجرم میری موت کے بعد کوئی خاص کارروائی شروع کریں گے اور اس طرح مجھے ان سے ٹکرانے کا موقع مل جائے گا لیکن بلیک زیرو یہ بھی احساس ہے کہ انہوں نے اپنے راستے کا ایک پتھر ہٹا دیا تا کہ زیادہ پر سکون انداز میں کام کر سکیں لیکن بہرحال جس طرح میری موت واقع ہوئی ہے اس طرح زندگی بھی سامنے آئے گی"۔ بلیک زیرو نے

آہستہ سے گردن ہلائی اور بولا۔

"میں آپ کی طرف سے ہدایت کا منتظر ہوں"۔

"فی الحال یوں کرو کہ سیکرٹ سروس کے دو افراد کو صفدر ولا کی نگرانی پر لگادو، انہیں لڑکی کا وہ حلیہ بتا دو جو میں نے تمہیں بتایا ہے، صفدر اور چوہان کو ڈیوی کے ہوٹل پر چھوڑ دو اور ان سے کہو کہ وہ ڈیوٹیاں بدلتے رہیں، ان میں سے ایک ہوٹل کی ڈیوٹی سرانجام دے، مطلب یہ کہ ہوٹل کے اندر رہے اور خاص طور سے کاؤنٹر کا خیال رکھے وہ مخصوص کیمرے ان لوگوں کے ساتھ ہونے چاہئیں، جن سے بغیر لائٹ کے تصویریں لی جا سکتی ہیں اور وہ ہر اس شخص کا فوٹو بنائیں جو ہوٹل سے اس قسم کے پیکٹ خریدے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا تعاقب تو نہیں کیا جا سکتا لیکن ممکن ہے کچھ ایسے لوگ نگاہوں میں آجائیں، جن سے معلومات حاصل کی جا سکیں۔

"ٹھیک ہے جناب"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"میں سلیمان کے لئے ذرا پریشان ہوں، میرا خیال ہے اس بیچارے کو زیادہ دنوں تک مشکل میں نہیں رہنا چاہئے"۔

"بتایئے جناب اس کے لئے کیا ہدایت ہے"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"نہیں، یہ مسئلہ تم میرے لئے رہنے دو، میں اسے خود دیکھ لوں گا"۔ عمران نے کہا۔

"تو پھر میں ان لوگوں کو ہدایت جاری کئے دیتا ہوں"۔

"ہاں، میں چلتا ہوں"۔ عمران نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر

دوسرے کمرے میں پہنچ گیا یہاں پھر اس نے چہرے پر ریڈی میڈ میک اپ کیا تھا اور باہر نکل آیا تھا، سفر کے لئے ظاہر ہے ٹیکسی کے علاوہ اور کیا استعمال کیا جا سکتا تھا، ایک ٹیکسی حاصل کر کے اس نے اسے اپنے فلیٹ کا پتہ بتا دیا تھا، پھر فلیٹ سے کافی فاصلے پر اس نے ٹیکسی رکوائی تھی اور اس کے بعد پیدل چل پڑا تھا اس کے ذہن میں ایک منصوبہ پرورش پا رہا تھا، فلیٹ کو بھی نظرانداز کرنا ممکن نہیں ہے حالانکہ اس نے فلیٹ سے وہ تمام چیزیں ہٹا دی تھیں، جن سے اس کی شخصیت کے بارے میں کچھ اندازہ ہو سکے البتہ یہ معلوم ہونا ضروری تھا کہ اس کے دشمنوں کو اس کی موت کا یقین آگیا ہے یا پھر وہ اس کے سلسلے میں شک و شبہ کا شکار ہیں اس سلسلے میں اسے جو سب سے بڑا شاک لگا تھا وہ اپنی کار کو دیکھ کر لگا، حالانکہ عمران نے اسے ڈیوی کے ہوٹل کے باہر کھڑا کیا تھا اور اس وقت سے اب تک نہیں دیکھا تھا لیکن بہرحال ہو سکتا ہے پولیس والوں نے یہ کار یہاں پہنچائی ہو، پھر وہ اطمینان سے اپنے فلیٹ کی سیڑھیاں طے کرنے لگا اور دروازے کے سامنے پہنچ گیا لیکن دروازے پر پولیس کی سیل لگی دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی البتہ وہ جانتا تھا کہ فلیٹ میں داخلے کا کون سا دوسرا راستہ ہے چنانچہ عمارت کا چکر کاٹ کر وہ اپنے فلیٹ کی پشت پر پہنچ گیا، پھر ایک عقبی کھڑکی سے اندر داخل ہونے میں عمران کو کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی اس نے احتیاط سے فلیٹ میں داخل ہو کر کھڑکی بند کر لی اور ایک ایک کمرے کا جائزہ لینے لگا، تمام چیزیں اپنی جگہ

موجود تھیں اس کا مقصد ہے کہ پولیس نے فلیٹ کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا اور دوسرا کوئی شخص یہاں پہنچا نہیں ہے۔ صوفے گرد آلود ہو رہے تھے اور ہر چیز پر گرد کی ایک ہلکی سی تہہ چڑھی ہوئی تھی۔

عمران ان تمام چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد ایک صوفے کے ہتھے پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ سلیمان کی ضمانت کا مسئلہ کیسے حل کیا جا سکتا ہے۔ ویسے سلیمان کے لئے اسے پریشانی بھی تھی۔

پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کھڑکی کے قریب پہنچ گیا جو پشت کی جانب کھلتی تھی۔ اس نے کھڑکی میں تھوڑی سا خلا پیدا کیا اور باہر دیکھنے لگا پڑوسیوں کو بھی اس کی موت کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ پھر اچانک ہی اس نے کوئی ایسی چیز دیکھی جسے دیکھ کر وہ اچھل پڑا پھر اس کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

دور سے سپرنٹنڈنٹ فیاض کی کار نظر آئی تھی۔ جو فٹ پاتھ کے کنارے رک رہی تھی۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض اس طرف کیوں آیا ہے عمران نے سوچا اور پھر عمرانیت ذہن پر چھا گئی آنکھوں میں شرارت عود کر آئی اور ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ۔

وہ تیزی سے کھڑکی بند کر کے واپس ہٹ گیا۔ اس نے جلدی سے ریڈی میڈ میک اپ اتارا۔ پھر ایک الماری کھول کر اس میں سے کچھ شیشیاں نکالیں اور اپنے چہرے پر کسی محلول کا پینٹ کرنے لگا۔ پھر یہی پینٹ اس نے اپنے ہاتھوں پر ملا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے الماری سے سیاہ رنگ کے باریک تار نکالے اور انہیں دروازوں

میں باندھنے لگا۔ پھر وہ تار کنارے کنارے پھنساتا ہوا ڈرائینگ روم میں پہنچ گیا اور ایک صوفے کے پائے سے ان سب کو باندھ دیا۔

تار مخصوص قسم کے تھے۔ اس کے بعد اس نے ٹیپ ریکارڈر نکالا اور اس پر ٹیپ کا ایک مخصوص حصہ سیٹ کرنے کے بعد اس نے صوفے کے نیچے ایسی جگہ چھپا دیا جہاں کسی کو نظر نہ آسکے۔ اس کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا تھا اور پھر اس نے دروازہ کھلنے کی ایک ہلکی سی آواز سنی تھی اور خود ایک مخصوص جگہ پوشیدہ ہو گیا تھا۔

"آپ بیوقوف ہیں"۔ فیاض کی بیوی سلمیٰ نے دھڑ سے کہا اور فیاض چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب"۔

"بیوقوف کا مطلب بیوقوف ہی ہوتا ہے"۔

"زیادہ بدتمیز نہیں ہو گئیں تم"۔

"وہ جس کا نام عمران ہے۔ اتنی چالاک چیز ہے کہ موت کو بھی چکمہ دے کر فرار ہو سکتا ہے۔

"پاگل ہو گئی ہو تم۔ ڈاکٹروں نے موت کی تصدیق کر دی تھی"۔

"میں نہیں مانتی"۔

"تمہارے نہ ماننے سے کیا ہوتا ہے"۔

"چلئے ایک بات بتا دیجئے"۔ سلمیٰ نے کہا۔

"کیا"۔ فیاض نے پوچھا۔

"لاش کہاں گئی"۔

"کیا مطلب"۔

"لاش کہاں غائب ہو گئی"۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ اسے زہر دینے والے اس کی لاش نہیں غائب کر سکتے"۔

"وہ اسے زندگی میں بھی اغوا کر سکتے تھے"۔

"یہی تو آسان نہیں"۔

"بہرحال میں نہیں مانتی"۔ سلمیٰ نے کہا اور فیاض مسکرا دیا۔

"یہ پہلا موقع ہے جب میرے دل سے دعا نکل رہی ہے کہ تمہاری یہ احمقانہ بات ہی ٹھیک ہو"۔ فیاض نے کہا۔

"آپ اس کی موت سے افسردہ ہیں"۔

"ہاں"۔

"لیکن آپ کا تو اس سے ہمیشہ اختلاف رہا ہے"۔

"اب احساس ہوتا ہے کہ شاید وہ اختلاف نہیں تھا"۔ فیاض گہری سانس لے کر بولا۔

بہرحال وہ پریشان تھا۔ اسے خود بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ عمران مر گیا۔

لیکن واقعات، بس ایک ہی شبہہ والی بات تھی وہ یہ کہ لاش کہاں گئی یا اسے اغوا کرنے والوں کو اس کی لاش سے کیا سروکار تھا۔ سلیمان کے بیان پر اس پیالی میں بچے ہوئے سیال کا کیمیاوی تجزیہ بھی ہو چکا تھا

اور ماہرین نے بتایا تھا کہ وہ ایک خطرناک زہر ہے جس سے موت واقع ہو سکتی ہے۔

یہ سارے معاملات فیاض کو بری طرح الجھائے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ڈیوی کا معاملہ تھا۔ اس سے ایک جرم ہوا تھا اور فیاض کو خوشی تھی کہ عمران کو ان معاملات کا علم ہو گیا ہے اب وہی اسے ڈیوی سے بچا سکتا ہے۔ ورنہ ڈیوی نجانے اس کاغذ کو کس طرح استعمال کرے۔

آفس میں سر عبدالرحمن نے اسے طلب کر لیا۔ فیاض نے پہلی بار اس مردآہن کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی دیکھی تھی۔

آفس میں داخل ہو کر اس نے سر عبدالرحمن کو سلوٹ کیا اور انہوں نے گردن خم کر دی۔

"لاش کے اغوا کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا"۔ انہوں نے سوال کیا۔

"ابھی تک نہیں جناب"۔ فیاض نے کہا۔

"آخر کسی کو اس لاش سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے"۔

"جی سر"۔

"اس لڑکی کا حلیہ محکمے کے افراد کو دے دیا ہے"۔

"جی سر"۔

"فیاض۔ اس کیس پر محنت کرو۔ کم از کم ہمیں اس کی لاش تو مل جائے۔ میں نے زندگی بھر اسے کچھ نہیں دیا تو تو..... کفن تو دے ہی

دوں"۔

فیاض کے آنسو نکل پڑے تھے۔

"جاؤ۔ تحقیقات کرواؤ"۔ سر عبدالرحمن نے کہا اور فیاض باہر نکل آیا۔ سر عبدالرحمن کی اس کیفیت سے وہ بہت متاثر ہو گیا تھا۔

پھر وہ آفس سے نکل آیا اور کار میں بیٹھ کر چل پڑا نجانے کیوں کار کا رخ عمران کے فلیٹ کی طرف ہو گیا تھا۔ حالانکہ فلیٹ سیل تھا لیکن یہ اختیارات اس کو حاصل تھے کہ وہ سیل کھول سکے۔

فلیٹ کا زینہ طے کرتے ہوئے اسے عمران بہت یاد آیا تھا۔ پھر اس نے سیل توڑ کر تالا کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ فلیٹ میں ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ ہر شے گرد آلود تھی۔ اچانک اس کی پشت پر دروازہ زور سے بند ہوا اور وہ چونک پڑا۔

لیکن پھر خود ہی اپنے چونکنے پر شرمندہ ہو گیا۔ دروازہ ہوا سے بند ہوا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے چلتا ہوا عمران کے کمرے پر پہنچا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو ایک دم اس کا دل لرز اٹھا۔ کمرہ نیم تاریک تھا اور اس مدھم تاریکی میں اسے عمران صوفے پر بیٹھا نظر آ رہا تھا۔

فیاض کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ ناقابل یقین بات تھی یہ اس کا وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ عمران صوفے پر اپنے مخصوص انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے سے ہلکی سبز روشنی چمک رہی تھی۔

فیاض پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس کے اعصاب ساتھ چھوڑ گئے اور وہ اپنی جگہ جم سا گیا۔ پھر اسے عمران کی بھیانک آواز سنائی دی۔

"آؤ سوپر۔ خیریت سے ہو۔ یہ آواز کھوکھلی اور سپاٹ تھی"۔ زندگی سے عاری مشینی آواز۔

فیاض کے بدن نے پسینہ اگل دیا۔

"آؤ۔ وہاں کیوں کھڑے ہو"۔ عمران کی آواز پھر سنائی دی۔ اس کا چہرہ بے حد بھیانک لگ رہا تھا اور فیاض پر کپکپی طاری ہوتی جا رہی تھی۔

"تت۔ تم"۔ اس کے حلق سے آواز نکلی جس میں اس کی قوت ارادی کا کوئی دخل نہیں تھا۔

"ہاں آؤ۔ مجھے تمہارا انتظار تھا"۔

"انتظار"۔

"ہاں۔ تم سے ضروری باتیں کرنی ہیں"۔ عمران کی آواز میں زندگی کا کوئی نشان نہیں تھا۔

فیاض کی ٹانگوں کی جان نکل رہی تھی۔ وہ اس طرح بے جان ہو گیا تھا کہ پلٹ کر بھاگ بھی نہیں سکتا تھا۔ عمران جیسے اس کے اندر کی بات بھی جانتا تھا۔

"تم اس طرح نہیں جا سکو گے سوپر آؤ بیٹھ جاؤ ورنہ تمہیں نقصان پہنچ جائے گا"۔

بمشکل تمام فیاض کے قدم اٹھے اور وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تمہیں میری موت مبارک۔ میں تمہارے لئے کافی پریشانی کا باعث تھا۔ اب جو میں کہہ رہا ہوں سنو۔ سن رہے ہو ناں"۔ وہی

مشینی آواز۔

"ہاں"۔ فیاض کی آواز نکلی۔

"سلیمان کو چھوڑ دو۔ اسے فوراً چھوڑ دو۔ اس کا قصور نہیں ہے۔ میں خود اپنی حماقت کا شکار ہوا ہوں"۔

"تم۔ مگر"۔

"یہ میرا حکم ہے۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارے پورے بدن پر کوڑھ ابھر آئے گا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے"۔

"لیکن عمران۔ تم۔ تم"۔

"ہاں۔ میں نے اپنے کئے کا پھل پایا ہے اور اب اپنی سزا بھگت رہا ہوں۔ ان مجرموں کی آواز سنو گے جنہوں نے ہلاک کیا ہے سنو۔ غور سے سنو"۔

پھر ایک منمناتی آواز ابھری۔

"ہم یہاں ہیں۔ تم کون ہو۔ سپرنٹنڈنٹ فیاض۔ میرا نام راک فیلر ہے"۔

"میں جوڈ ہمبا مسٹر ہوں"۔

"میں کیری پاسکل"۔

"میں ڈیجر شیرڈ ہوں"۔

"ہمیں عمران نے مارا ہے۔ ہمیں۔ ہمیں۔ ہمیں"۔ پھر اچانک عجیب سا شور ابھرا۔

"پکڑ لو۔ سپرنٹنڈنٹ کو پکڑ لو۔ مار دو۔ اسے جان سے مار دو"۔

فیاض کے حلق سے دہشت بھری چیخ نکلی اور اس نے پوری قوت مجتمع کر کے باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ گرتے گرتے بچا تھا۔ لیکن کسی نہ کسی طرح وہ باہر نکل آیا تھا۔

اب اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کے باہر نکلنے کے بعد عمران نے شرارت آمیز انداز میں گردن ہلائی تھی اور پھر وہ سارے تار سمیٹنے لگا تھا جو اس نے پھیلائے تھے۔ پھر سب چیزیں سمیٹ کر مقفل کرنے کے بعد وہ اسی کھڑکی کے راستے باہر نکل آیا تھا۔

فیاض کو کھڑکی سے دیکھ کر اس نے یہ پورا ناٹک رچایا تھا اور سلیمان کی آزادی کا انتظام کر دیا تھا لیکن اگر اب بھی فیاض کو عقل نہ آئی تو پھر ایک بار کفن میں ملبوس ہو کر اس کے گھر پر اور ملاقات کر لی جائے گی۔

فیاض ایسا بھاگا تھا کہ فلیٹ کے دروازے کو بھی مقفل کرنا بھول گیا تھا۔ عمران نے خود دروازہ لاک کیا اور پھر اطمینان سے وہاں سے چل پڑا۔

حالات جیسے بھی تھے اس وقت فیاض ان تمام باتوں کو بھول گیا تھا کہ سر عبدالرحمن پر اس کی باتوں کا کیا رد عمل ہوگا، اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ یقین کیجئے جناب کہ میں بالکل ہوش و حواس میں تھا اور اس وقت ہلکے سے خوف کے علاوہ میرے اوپر اور کوئی کیفیت طاری نہیں تھی، یہ سب کچھ میں نے پورے ہوش و حواس کے عالم میں دیکھا ہے"۔ اور سر عبدالرحمن اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگے کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا۔

"فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے تم نے سیل کو اچھی طرح دیکھا تھا۔ وہ ٹوٹی ہوئی تو نہیں تھی"۔

"نہیں جناب دروازے پر باقاعدہ پولیس کی لاک سیل لگی ہوئی تھی"۔

"ہوں۔ ذرا پھر سے دوہراؤ. جب تم اندر داخل ہوئے تو کیا واقعات پیش آئے"۔ اور فیاض ہکلا ہکلا کر سر عبدالرحمن کو پوری تفصیل بتانے لگا، سر عبدالرحمن کی پیشانی پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں پھر انہوں نے کہا۔

"ٹھیک ہے میرا خیال ہے ہمیں ایک بار پھر اس فلیٹ کا جائزہ لینا چاہئے"۔

"جی"۔فیاض خوف سے لرز گیا۔

"ہاں چلو میں بھی اسے ایک نگاہ دیکھنا چاہتا ہوں"۔

"جج۔جج۔جج جو حکم"۔فیاض تھوک نگلتا ہوا بولا۔

"ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں گا"۔سر عبدالرحمن خشک لہجے میں بولے اور اس کے بعد وہ اپنے آفس سے اٹھ کر باہر نکل آئے، فیاض ان کے پیچھے پیچھے تھا سر عبدا لرحمن اپنی کار کی جانب جا رہے تھے اور انہوں نے فیاض کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا جس کا یہ مقصد تھا کہ فیاض کو بھی سر عبدالرحمن کے ساتھ ان کی کار ہی میں جانا ہے ڈرائیور نے پچھلا دروازہ کھولا تو سر عبدالرحمن نے اسے بھی اپنے ساتھ ہی بیٹھنے کا اشارہ کر دیا، فیاض کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا لیکن یہ اعزاز اس وقت مل رہا تھا جب وہ خود بھی ہوش وحواس میں نہیں تھا سر عبدالرحمن جیسے خشک آدمی نے اسے بڑی عزت دی تھی لیکن اس وقت وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ آفیسری اور ماتحتی کا معاملہ کچھ لمحوں کے لئے ختم ہو گیا ہے اور بیٹے کی محبت میں سر عبدالرحمن اپنا مزاج اور

وقار بھول گئے ہیں لیکن فلیٹ کے تصور سے ہی فیاض کی روح فنا ہو رہی تھی، جو کچھ دیکھا تھا اور جس انداز میں دیکھا تھا کم از کم فیاض جیسے ذہین آفیسر کے لئے وہ ایک ناقابل یقین بات تھی لیکن بات ناقابل یقین کیسے کہی جا سکتی تھی، عمران کی آواز اس کا انداز اس کے چہرے کا سپاٹ پن وہ سب کچھ اسے یاد آ رہا تھا اور اس کی جان نکل رہی تھی، کچھ دیر کے بعد کار عمران کے فلیٹ کے نیچے رک گئی، ڈرائیور نے جلدی سے دروازہ کھولا اور دونوں نیچے اتر گئے۔ سر عبدالرحمن فیاض کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچے تو انہوں نے دروازے کے بند تالے کو دیکھا اور فیاض بری طرح بوکھلا گیا۔

"یہ۔یہ تالا۔مم۔مم۔مم میں نے نہیں لگایا تھا"۔

"کیا مطلب"۔

"وہ سیل توڑنے کے بعد جب میں واپس یہاں سے نکلا تھا تو تالا نہیں لگا سکا تھا"۔

"ہوں"۔

"تمہارے پاس چابی ہے"۔

"جی ہاں۔چابی تو میرے ہی پاس ہے"۔

"لاؤ"۔سر عبدالرحمن نے کہا اور پھر انہوں نے جیب سے رومال نکال کر تالے کو پکڑا اور تالا کھولنے لگے، اس کے بعد وہ اندر داخل ہو گئے تھے، فیاض اب بھی بری طرح خوفزدہ تھا لیکن سر عبدالرحمن کے سامنے اس خوف کا مظاہرہ نہیں کر پا رہا تھا اس کے بعد سر عبدالرحمن

نے وہ کمرہ دیکھا اور آگے بڑھ گئے پھر انہوں نے ایک صوفے کو دیکھا اور اس کے اطراف کا جائزہ لیتے رہے، دفعتاً ہی وہ زمین پر جھک گئے اور فیاض سے بولے۔

"تم اس صوفے پر بیٹھے تھے"۔

"جی ہاں"۔

"اور عمران اس صوفے پر"۔

"جی ہاں"۔ فیاض نے جواب دیا۔ سر عبدالرحمن آگے بڑھے اور ٹیلی فون کے قریب پہنچ گئے۔ رسیور کا جائزہ لینے کے بعد انہوں نے فیاض کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"فنگر پرنٹ ڈیپارٹمنٹ سے کچھ ماہرین کو بلاؤ میں ان نشانات کی تصویر لینا چاہتا ہوں"۔

"جی سر"۔ فیاض نے کہا اس وقت وہ اپنے افسر اعلیٰ کو اپنے ہی بیٹے کے سلسلے میں تحقیقات کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا پھر تقریباً بیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا تھا اور اس کے بعد فیاض نے فلیٹ کے دروازے پر فنگر پرنٹ ایکسپرٹ کو رسیو کیا تھا سر عبدالرحمن انہیں ہدایات دینے لگے اور فنگر پرنٹ والے نشانات کی تصاویر تیار کرنے لگے۔ سر عبدالرحمن ان کے ساتھ گفتگو بھی کرتے جا رہے تھے اور پھر فیاض نے ان کے چہرے پر ہلکی سی سرخی پائی، وہ خوف وہ احساس جو سر عبدالرحمن کے چہرے پر مایوسی کی شکل میں نمودار ہو گیا تھا دفعتاً ہی ختم ہو گیا۔ بہرحال وہ عمران کے والد تھے عمران کی ذہانت اور شرارت

کو کم از کم وہ اچھی طرح سمجھتے تھے۔ فیاض ان کی آنکھوں میں اطمینان کے آثار دیکھ کر حیران تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ یہاں صرف ہوا اس کے بعد سر عبدالرحمن نے اس سے کہا۔

"چلو"۔ کار میں بیٹھنے کے بعد جب ڈرائیور نے کار آگے بڑھائی تو وہ کہنے لگے۔

"ہاں اب وہ گفتگو بتاؤ جو اس نے تم سے کی تھی"۔ اور فیاض عمران سے ہونے والی گفتگو سنانے لگا۔

"ٹھیک ہے اب ایسا کرو واپس چل کر سلیمان کو رہا کر دو، ویسے تم نے سلیمان کے ساتھ کوئی سختی تو نہیں کی"۔

"نہیں جناب۔ بس تھوڑی سی معلومات حاصل کی تھیں"۔

"کیا کہتا ہے"۔

"وہ اپنے اسی بیان پر اڑا ہوا ہے کہتا ہے کہ وہ چائے عمران نے خود جان بوجھ کر پی تھی اور اسے بھی قتل کرنے کی کوشش کی تھی، اس سلسلے میں ڈاکٹروں کی رپورٹ بھی حیرت انگیز ہے اور ان کا کہنا ہے کہ سلیمان کو گردن دبا کر بے ہوش کیا گیا ہے"۔

"ٹھیک ہے تم سلیمان کو رہا کر دو اسے ہدایت کر دو کہ وہ اس فلیٹ میں جا کر رہے اور اگر سلیمان وہاں واپس نہ جائے تو تم کہہ سکتے ہو کہ یہ میرا حکم ہے"۔

"جی بہت بہتر"۔ فیاض نے جواب دیا کچھ دیر کے بعد کار محکمہ انٹیلی جنس کی عمارت میں داخل ہو گئی اور سر عبدالرحمن اتر کر اپنے آفس کی

طرف چلے گئے انہوں نے فیاض کو جو ہدایت کی تھی فیاض اس پر عمل کرنے کے لئے چل پڑا تھا لیکن یہ باپ بیٹے اس کی سمجھ میں نہ کبھی آئے تھے اور نہ اب آئیں گے۔ پتہ نہیں سر عبدالرحمن کا نظریہ کیا ہے اس سلسلے میں، بہرحال فیاض نے عمران کا بھوت ہی دیکھا تھا اور اس بھوت کو وہ کبھی نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔

وقار عظیم
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم مصروف تھی اور بلیک زیرو انہیں بڑی کامیابی کے ساتھ ہینڈل کر رہا تھا اور اس کے نتائج بھی بہت شاندار نکلے تھے۔ ڈیوی کے ہوٹل کی نگرانی کرنے سے کئی ایسے لوگوں کا پتہ چلا تھا جو اس سلسلے میں مختلف پوائنٹس سے ڈرگس حاصل کرتے تھے شہر بھر میں آٹھ اور ایسی جگہوں کا پتہ چلایا جا چکا تھا جہاں سے ہیروئن اور مختلف منشیات اس سفید کارڈ کی شناخت کے ذریعے حاصل کی جا سکتی تھیں لیکن ان باقی ٹھکانوں میں صرف ڈیوی ہی ایک ایسی شخصیت تھی جو مرکزی حیثیت رکھتا تھا بقیہ پوائنٹس معمولی جگہوں کے تھے، جن میں سے کچھ ایسے جیسے پان کی دکان یا ایک جنرل اسٹور یا پھر ایک ایسا عطائی قسم کا ڈاکٹر جس نے لمبے سیدھے ڈگریوں والے بورڈ لگا رکھے تھے اور وہ ان کے سلسلے میں خاصی چھان بین کر رہا تھا۔ لیکن ڈیوی جیسی شخصیت کا مالک اور کوئی شخص نظر نہیں آیا، اس سلسلے میں

اس کی بلیک زیرو سے خاصی بحث بھی ہوئی تھی اور بالآخر عمران نے فیصلہ کیا تھا کہ ڈیوی پر ہی ہاتھ ڈال دینا مناسب ہے، خاور، چوہان، نعمانی، صدیقی وغیرہ اس سفید کارڈ کے ذریعے منشیات خریدنے والے بہت سے لوگوں کے فوٹو بھی حاصل کر چکے تھے اور پھر ان میں سے ایک ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کی جا رہی تھیں اب تک جن لوگوں کے بارے میں یہ تمام تفصیلات معلوم ہوئی تھیں ان میں اکیس لڑکے اور گیارہ لڑکیاں تھیں یہ سب ہی اعلیٰ درجے کے دولت مند گھرانوں کے فیشن ایبل اور تعلیم یافتہ نوجوان تھے یہ ڈرگس وہ بڑی بڑی قیمتوں پر خریدا کرتے تھے لیکن عمران نے یہ بھی ہدایات جاری کر دی تھیں کہ ابھی ان میں سے کسی پر ہاتھ نہ ڈالا جائے، صرف ان لوگوں کی نگرانی کافی ہے، بہرحال وہ خود سائے کی طرح ڈیوی کے پیچھے لگ گیا تھا اسے یقین تھا کہ ڈیوی اس سلسلے میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، البتہ یہ بھی اندازہ تھا اسے کہ ڈیوی اصل شخصیت نہیں ہے اس کے عقب میں کوئی اور مضبوط ہاتھ کام کر رہا ہے کیونکہ تین حملے عمران پر پہلے ہو چکے تھے اور ان تین حملوں کے بعد ہی وہ فیاض کے ساتھ ڈیوی کے قبضے میں آیا تھا اور ڈیوی کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ عمران کی اصل شخصیت سے واقف نہیں ہے اگر ڈیوی اس پر وہ حملے کراتا تو عمران کو دیکھ کر وہ چونک پڑتا لیکن ایسا نہیں ہوا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ بڑا کام کسی اور ہی کے سپرد تھا، بہرحال اس وقت بھی وہ ایک شاندار میک اپ میں ملبوس تھا اور

ڈیوی کے ہوٹل میں موجود تھا۔ ہوٹل میں اچھا خاصا رش تھا تقریباً تمام ہی میزیں بھری ہوئی تھیں لیکن ان میں زیادہ تر نوجوان اور بہت اچھے کپڑوں میں ملبوس تھے، بعض معمولی کپڑوں میں بھی تھے اب عمران کو جب اس صورتحال کا اندازہ ہو گیا تھا تو وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ یہاں زیادہ تر وہی لوگ آتے ہیں جو منشیات کے عادی ہوں، ہرچند کہ ان کا تعلق متمول گھرانوں سے تھا اور دولت اور امارت کی چمک ان کے چہروں سے نمایاں، لیکن ایک بے چینی سی ان کے وجود میں نظر آتی تھی، عمران وہاں ان لوگوں کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے دیکھا کہ کاؤنٹر کلرک نے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کے رسیور کو اٹھایا اور کسی سے گفتگو کرنے کے بعد اس نے رسیور رکھ کر ایک نوجوان کو اشارہ کیا نوجوان اپنی میز سے اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا تھا پھر دوسرے لمحے اس نے نوجوان کو کاؤنٹر کے پیچھے والے دروازے سے اندر جاتے ہوئے دیکھا، یقیناً کوئی خاص ہی واقعہ پیش آنے والا تھا عمران ہوشیار ہو گیا، نوجوان تقریباً دس منٹ کے بعد باہر آیا اور ہوٹل سے باہر نکل کر چلا گیا پھر دوسرا نوجوان اندر گیا اندازہ یہ ہو رہا تھا جیسے کسی کا انٹرویو ہو رہا ہے، عمران کے ذہن میں شدید تجسس بیدار ہو گیا اس نے سوچا کہ اس انٹرویو کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بے حد ضروری ہے، چنانچہ اس نے اس کا طریقہ کار بھی سوچ لیا پھر وہ ایک نوجوان کی طرف دیکھ کر مسکرایا، نوجوان بھی اتفاقاً مسکرا دیا تھا، عمران نے اس سے اپنی میز پر آنے کی پیشکش کی تو نوجوان ہچکچاتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔

"تشریف رکھیئے۔ نجانے کیوں مجھے آپ کی صورت شناسا معلوم ہو رہی ہے، آپ کا نام عرفان احمد تو نہیں ہے"۔

"نہیں میرا نام شاہد علی ہے"۔

"شاہد صاحب آپ کے لئے کچھ منگواؤں"۔ عمران نے کہا۔

"نہیں، بہت بہت شکریہ"۔

"بڑی دیر ہو گئی آج یہ کچھ نیا طریقہ کار اختیار نہیں کیا جا رہا"۔ عمران نے پر خیال لہجے میں کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا قصہ ہے لیکن بہر حال انتظار تو کرنا ہی پڑے گا"۔

"ہوں۔ آپ کو کتنا عرصہ ہو گا اس جھنجھٹ میں پڑے ہوئے"۔

"بیکار باتیں ہیں جناب۔ بس جو ہونا ہے وہ تو ہوتا ہی ہے"۔ نوجوان نے کہا۔

"مگر یہ طریقہ کار بہت عجیب ہے، یہ انتظار برداشت نہیں ہوتا"۔

"میرا بھی یہی خیال ہے"۔ نوجوان نے جواب دیا۔

"کوئی عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے، طریقہ کار میں کچھ غلطی ہو گئی"۔

"ہاں۔ انہوں نے ایک عمارت کا حوالہ دیا تھا جس میں ایک آفس تھا"۔

"اوہو۔ کیا وہی عمارت"۔

"اس کا نام ڈین لاج تھا۔ ڈین لاج ربن اسکوائر اور آفس نمبر

گیارہ"۔

"بالکل۔ تو پھر کیا ہوا"۔

"سمجھ میں نہیں آیا کہ ان لوگوں نے تو کوئی اشتہار ہی نہیں دیا تھا، بڑی مایوسی ہوئی تھی مجھے اور میں سوچ رہا تھا کہ ایسا مذاق کرنے والے قابل نفرت ہیں لیکن جب میں واپس لوٹ رہا تھا تو مجھے ایک شخص مل گیا اس نے کہا کہ غلطی سے اشتہار میں غلط پتہ چھپ گیا ہے ہم لوگ ڈیوی کے ہوٹل میں ہی پہنچ جائیں"۔ نوجوان بتا رہا تھا اور عمران اپنے ذہن میں تمام باتیں نوٹ کر کے بولا۔

"یہی صورت میرے ساتھ بھی پیش آئی، ڈین لاج کی کسی فرم نے اشتہار دیا اور امیدواروں کو کمرہ نمبر گیارہ میں بلایا لیکن کمرہ نمبر گیارہ میں کسی اور فرم کا دفتر تھا انہوں نے انکار کر دیا کہ انہوں نے کوئی اشتہار ہی نہیں دیا اور کسی نے غلط پتہ دے دیا ہے، بہر حال کیا کیا جا سکتا ہے ویسے مسٹر ڈیوی۔ اوہو شاید کسی اور کو بلایا جا رہا ہے"، عمران نے کہا اور اسے ایک آدمی اندر داخل ہوتا ہوا نظر آگیا پھر عمران بولا۔

"کیا آپ کے پاس اخبار کا وہ اشتہار موجود ہے"۔

"ہاں۔ میں تراشہ اپنے ساتھ لے کر گیا تھا"۔

"دکھا سکتے ہیں مجھے"۔

"ہاں"۔ نوجوان نے کہا اور ایک اخبار کے تراشے کو اس کے سامنے کر دیا، اشتہار ڈین لاج ربن اسکوائر کی جانب سے دیا گیا تھا۔

"اگر آپ دولت کمانے کے خواہشمند ہیں تو ایک بہترین موقع ہم

آپ کو پیش کرتے ہیں، ملک سے باہر ایسے نوجوانوں کی اشد ضرورت ہے جو محنت اور ہمت کے ساتھ دولت کمانا چاہتے ہیں، تندرست و توانا اور محنت کے متلاشی لوگ ایک خوبصورت زندگی کے لئے ہم سے ملاقات کریں ۔ ڈین لاج ربن اسکوائر کمرہ نمبر گیارہ"۔

دفعتاً ہی عمران کے ساتھی نے چونک کر کہا۔

"اوہو ۔ شاید وہ تمہیں بلا رہے ہیں"۔

"ہاں شاید"۔ عمران نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔

"جاؤ اندر چلے جاؤ"۔ کاؤنٹر کلرک نے کہا اور عمران گردن ہلا کر کاؤنٹر کے پیچھے بنے اس دروازے کے پیچھے چلا گیا، دروازے کے دوسری جانب ایک آدمی کھڑا ہوا تھا جس نے اسے بغور دیکھا آگے بڑھ کر عمران کے لباس کا جائزہ لیا تو عمران نے لچکتے ہوئے کہا۔

"اے ۔ یہ کیا کر رہے ہو"۔

"سیدھے کھڑے رہو"۔ وہ آدمی بولا۔

"میرے گدگدی ہوتی ہے"۔

"جاؤ دفع ہو جاؤ اس کمرے کے دروازے سے اندر جاؤ"۔ اس شخص نے اسے دھکا دیا اور عمران چھوٹی سی راہداری سے گزر کر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ لمبی چوڑی میز کے پیچھے صرف ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور عمران اسے بخوبی پہچانتا تھا یہ ڈیوی تھا، عمران نے ڈیوی کے علاوہ وہاں صرف ایک چیز دیکھی تھی جو ڈیوی کی میز پر رکھی ہوئی تھی، سیاہ رنگ کا ایک چوکور بکس جو یقینی طور پر ٹرانسمیٹر تھا، گویا یہاں

ہونے والی گفتگو کہیں اور سنی جا رہی تھی، عمران نے بڑے ادب سے ڈیوی کو سلام کیا تو ڈیوی نے اسے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو"۔

"شکریہ جناب"۔ عمران نے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"نام کیا ہے"۔

"تصور حسین"۔

"تعلیم"۔ ڈیوی نے پوچھا۔

"بی، اے"۔

"اس سے قبل کیا کرتے تھے"۔

"نوکری کی تلاش"۔

"ابھی تک نہیں ملی"۔

"نہیں"۔

"باہر جا کر کیا کرنا چاہتے ہو"۔

"نوکری"۔ عمران نے سادگی سے جواب دیا۔

"دیکھو ہمارا کام پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اگر ہم نے تمہیں منتخب کر لیا تو ہم تمہیں یہیں کام دیں گے، کام ٹھیک ہوا تو باہر بھیج دیں گے اور اگر کام غلط ہوا تو"۔ ڈیوی نے عمران کا چہرہ غور سے دیکھا۔

"صاحب پیسے کتنے ملیں گے"۔ عمران نے معصومیت سے پوچھا۔

"تمہیں بہت سے پیسے چاہئیں ناں"۔

"کسے نہیں چاہئیں صاحب" ۔ عمران سرد آہ بھر کر بولا۔

"پیسہ کمانے کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے، خطرہ مول لینا پڑتا ہے" ۔

"آپ کام دے کر دیکھئے ۔آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ مجھے کام کیا کرنا ہوگا" ۔

"ہماری کمپنی کا مال سارے شہر میں جاتا ہے، وہی مال مختلف پوائنٹس پر پہنچانا ہوگا" ۔

"اوہ ۔ کیا مصالحے کے پیکٹ ہوتے ہیں، ویسے میں نے پہلے بھی ایک مصالحہ بیچنے والی کمپنی میں کام کیا ہے" ۔ عمران نے جواب دیا۔

"گڈ" ۔ تم اپنا ایڈریس لکھوا دو، ہم تمہیں ٹریننگ دیں گے اور ٹریننگ کے زمانے میں بھی تمہیں اچھے خاصے پیسے ملیں گے، یہ دو ہزار روپے ایڈوانس رکھو۔ ڈیوی نے دراز کھول کر نئے نوٹوں کی ایک گڈی عمران کی جانب کھسکا دی عمران بہت زیادہ ممنون نظر آنے لگا تھا اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"سر ۔ سر یہ ۔ یہ ایڈوانس کام کرنے سے پہلے" ۔

"ہاں ذوست ۔ یہ ایڈوانس ہے، محنت سے کام کرو گے تو بہت پیسے کما لو گے" ۔

"سر میں جان کی بازی لگا دوں گا" ۔

"ہاں ۔ جان کی بازی لگائے بغیر دنیا میں کسی کو کچھ نہیں ملتا" ۔ ڈیوی نے جواب دیا۔

"تو سر میں ڈیوٹی پر کب سے آؤں" ۔ عمران نے کانپتے ہاتھوں سے

نوٹ اپنی جیب میں رکھ لئے، وہ ایک ایسے شخص کی بہترین اداکاری کر رہا تھا جسے طویل عرصے کے بعد اتنی بڑی رقم نصیب ہوئی ہو۔

"پتہ باہر کاؤنٹر کلرک کو لکھوا دو، تمہیں اطلاع دے دی جائے گی" ۔ ڈیوی نے کہا اور عمران اس کو جھک جھک کر سلام کرتا ہوا باہر نکل آیا، کاؤنٹر پر آکر اس نے کلرک کو ایک مضافاتی بستی کے کوارٹر کا پتہ لکھوا دیا اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑا تھا لیکن جو اندازہ اسے ہوا تھا وہ یقینی طور پر بڑی اہمیت کا حامل تھا اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈیوی بڑے پیمانے پر منشیات کو ملک بھر میں پھیلا رہا ہے اور بے روزگار نوجوانوں کو اس طرح استعمال کیا جا رہا ہے ویسے اس وقت جو کچھ ہوا تھا وہ صرف اتفاق ہی تھا، عمران آیا کسی اور مقصد کے لئے تھا لیکن اس کو بھی دوسرے نوجوانوں کی طرح انٹرویو میں شریک کر لیا گیا تھا اور پھر ایڈوانس بھی دے دیا گیا تھا، ویسے یہ انتہائی حیرت انگیز بات تھی کہ بغیر کسی شناخت اور جان پہچان کے ایڈوانس دے دیا گیا تھا، اس چیز نے عمران کے ذہن میں اور بہت سے خیالات جگا دیئے تھے وہ وہاں سے نکل کر پیدل چل پڑا، ذہن خیالات میں ڈوبا ہوا تھا اس پر قاتلانہ حملے ہوئے تھے اور بظاہر اسے اس کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اب یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ صورتحال خاصی سنگین ہے اور ممکن ہے اس گروہ کا سرغنہ عمران سے واقفیت رکھتا ہو، کافی دور تک وہ اسی طرح چلتا رہا ذہن خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور وہ اس طریقہ کار کے بارے میں سوچ رہا تھا، دفعتاً اس کے ذہن میں ایک چمک سی پیدا

ہوئی اسے ڈین لاج ربن اسکوائر آفس کمرہ نمبر گیارہ کا خیال آیا تھا ان تمام لوگوں کو آخر ادھر ہی کیوں بھیجا گیا ہے اس کا مطلب ہے کہ ڈین لاج سے ان تمام معاملات کا کوئی نہ کوئی تعلق ہے اور یقینی طور پر اس جگہ کی نشاندہی کسی خاص مقصد کے تحت ہی کی جاتی ہے وہ سوچتا رہا اور پھر اس کے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب پانے لگا، وہ اس منصوبے کی نوک پلک درست کرتا ہوا چلتا رہا اور بالآخر ایک ٹیکسی روک کر اس نے ایک بار پھر رانا پیلس ہی کا رخ کیا تھا۔

سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم اب اس کام میں مصروف ہو گئی تھی ایک جانب عمران نے ایک الگ کھڑاک پھیلایا ہوا تھا تو دوسری جانب سیکرٹ سروس کے ماتحت اس کی ہدایت کے مطابق اپنا کام کر رہے تھے، جتنی رپورٹ صفدر سے حاصل ہو سکی تھی وہ انتہائی کارآمد تھی اور اب صفدر اور جولیا نئی ہدایات کے تحت کام کر رہے تھے اس وقت بھی وہ شہر کے ایک متمول ہوٹل میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے چائے اور دیگر لوازمات سجے ہوئے تھے، جولیا صفدر سے عمران ہی کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی، صفدر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"آپ عمران کو نہیں جانتیں مس جولیا، کیا آپ اس بات کی توقع رکھتی ہیں کہ اسے اتنی آسانی سے زہریلی چائے دی جا سکتی ہے"۔

"لیکن صورتحال تو کچھ عجیب سی ہی ہے"۔

"ہونی چاہئے، اگر نہ ہو تو پھر عمران کہاں"۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کسی کا رابطہ ہوا"۔

"ظاہر ہے ایکسٹو کے علاوہ اور کس سے رابطہ ہو سکتا ہے"۔ صفدر نے کہا اور جولیا ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی، ہوٹل میں زیادہ رش نہیں تھا وہ لوگ اپنے سامنے رکھے ہوئے اسنیکس سے لطف اندوز ہوتے رہے کہ اچانک ایک جانب ہنگامہ برپا ہو گیا جولیا اور صفدر چونک کر اس طرف دیکھنے لگے تھے خاصی بھگدڑ سی مچ گئی تھی لوگ اپنی اپنی کرسیاں چھوڑ کر اٹھ رہے تھے اور بوتلیں ٹوٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں، صفدر اور جولیا بھی کھڑے ہو گئے، لیکن دوسرے لوگوں کی طرح انہوں نے کسی بدحواسی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا، پھر انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی اور اس وقت عجیب سی دیوانگی کا شکار ہو گئی تھی، اسے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہا تھا قیمتی لباس بری طرح بے ترتیب ہو گیا تھا اور وہ سامنے آئی ہوئی ہر چیز بری طرح اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی، لوگوں کی بھگدڑ کی وجہ بھی سمجھ میں آ گئی تھی، کئی افراد بوتلوں کے ٹکڑوں سے زخمی ہو گئے تھے، پھر ویٹروں نے تمام اخلاق بالائے طاق رکھ کر لڑکی کو قابو میں کیا لیکن وہ بری طرح مچل رہی تھی انہیں مار رہی تھی، نوچ رہی تھی کاٹ رہی تھی پھر اس پر غالباً بے ہوشی طاری ہو گئی تھی صفدر اور جولیا کاؤنٹر کے قریب پہنچ گئے، بے ہوش لڑکی کو ویٹروں نے سنبھالا ہوا تھا کاؤنٹر کلرک بے ہوش پڑا

تھا اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا لڑکی نے اس کے سر پر بوتل دے ماری تھی لیکن صفدر کو جس چیز نے چونکایا وہ سفید رنگ کا ایک کارڈ تھا جو ایک جانب پڑا تھا اس پر خون کے دھبے نظر آ رہے تھے صفدر نے اس افراتفری سے فائدہ اٹھایا اور کارڈ پر ہاتھ رکھ دیا، جولیا بھی اس کی یہ کارروائی نہیں دیکھ سکی تھی، بہر حال دوسرے لمحے کارڈ صفدر کی جیب میں منتقل ہو گیا پھر پولیس آ گئی تھی غالباً کسی نے پولیس کو فون کر دیا تھا صفدر جولیا اس موقع پر وہاں نہ رکے اور وہاں سے باہر نکل آئے، پھر باہر آ کر صفدر نے اپنی کار میں بیٹھ کر روشنی جلائی اور کارڈ دیکھنے لگا اس کارڈ پر ایک چھوٹا سا مونوگرام بنا ہوا تھا جو بس ایک نشان کے طور پر تھا اور کوئی چیز سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، صفدر نے جولیا سے کہا۔

"میرا خیال ہے اس لڑکی کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئے"۔

"ٹھیک ہے"۔ مگر کیسے۔

"اب اس کے لئے محنت تو کرنا ہی ہو گی"۔ صفدر نے کہا۔

"مگر یہ کارڈ کیسا ہے"۔

"اس قسم کے کارڈ اس نگرانی کے دوران کئی بار ہماری نگاہوں کے سامنے آئے ہیں، غالباً یہ کارڈ ایک شناخت کی حیثیت رکھتے ہیں اور یقینی طور پر یہ منشیات کے عادی لوگوں کو۔ میرا مطلب ہے ان تمام بڑے لوگوں کو جو منشیات خریدنے کی سکت رکھتے ہیں کسی خاص جگہ سے ملتے ہوں گے اور اسی کے ذریعے انہیں منشیات سپلائی ہوتی ہے"۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ گھناؤنا کاروبار بہت بڑی حیثیت سے چل رہا ہے"۔

"ہاں۔ اب ان تمام کارروائیوں کے بعد میرا خیال ہے ایکسٹو کو اس بات کی خبر کرنی چاہئے"۔ جولیا نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی تھی۔ صفدر بھی گہری سوچ کا شکار نظر آرہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"میرے خیال میں اب یہاں وقت ضائع کرنا بیکار ہے تمہارا کیا پروگرام ہے"۔

"اب تو مجھے فلیٹ پر ہی چھوڑ دو"۔

"او کے"۔ صفدر نے کہا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ دونوں خاموشی سے اس واقع کے بارے میں سوچ رہے تھے جو بہرحال سنگین نوعیت کا حامل تھا۔ بڑے جرائم اپنی جگہ ہوتے ہیں۔ لیکن وطن عزیز میں منشیات کی لعنت کو پھیلانا بھی کوئی معمولی جرم نہیں۔ چنانچہ اس کے لئے بھی انہیں بھرپور کوششوں کی ضرورت تھی۔

بالآخر صفدر نے جولیا کے فلیٹ کے سامنے کار روک دی۔

ڈیوی کی طرف سے طلبی ہوئی تھی۔ عمران چل پڑا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ہوٹل پہنچ گیا۔ ہوٹل میں اس نے ان میں سے کئی نوجوانوں کو دیکھا جو اس دن اسے نظر آئے تھے۔ عمران بھی ایک میز پر جا بیٹھا۔ کچھ دیر کے بعد کاؤنٹر کلرک نے عمران کے قریب آکر کہا۔ "ایک ایک کر کے تم لوگ باہر نکل جاؤ۔ ایک ویگن کھڑی ہے جس کا رنگ گرے ہے اس میں بیٹھ جاؤ"۔

"ٹھیک ہے"۔ عمران نے کہا۔ باہر اسے ویگن نظر آگئی تھی اس نے اس کا نمبر ذہن نشین کیا اور پھر ویگن میں بیٹھ گیا۔

کام خوش اسلوبی سے جاری تھا۔ سیکرٹ سروس کے ممبران کی طرف سے رپورٹیں موصول ہو رہی تھیں۔ صفدر اور جولیا نے شہلا نامی ایک لڑکی کی کہانی سنائی تھی جو ایک صنعتکار کی بیٹی تھی۔ شہلا نے ہوٹل میں داخل ہو کر ہنگامہ کیا تھا اور کاؤنٹر کلرک کو زخمی کر دیا

تھا۔

بعد میں پتہ چلا تھا کہ وہ منشیات کی عادی ہے اور جب اسے منشیات دستیاب نہیں ہوتیں تو وہ دیوانی ہو جاتی ہے۔ بہر حال یہ ایک سنگین کیس تھا اور عمران اس کی نوعیت کو محسوس کر رہا تھا۔

کچھ دیر کے بعد وین میں بہت سے نوجوان آ بیٹھے اور پھر وین اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ اس کی منزل ایک خوبصورت عمارت تھی جس کے ایک بڑے سے ہال میں انہیں پہنچا دیا گیا۔ کچھ دیر کے بعد ڈیوی اس ہال میں نظر آیا تھا۔ اس نے کہا۔

"دوستو۔ ہماری فرم اعلیٰ قسم کی ادویات تیار کرتی ہے۔ لیکن یہ فرم رجسٹرڈ نہیں ہے اور خفیہ طور پر کام کرتی ہے۔ اس لئے انہیں اپنے شاندار مستقبل کی خاطر اپنے معمولات کو خفیہ رکھنا پڑے گا۔ انہیں یہ ادویات مختلف جگہوں پر پہنچانی ہوں گی ہر جگہ اسے لے جانے کا کرایہ دیا جائے گا۔ اعلیٰ کارکردگی کے حامل نوجوان کو ملک سے باہر بھی مال دے کر بھیجا جائے گا اس کا انتظام فرم کرے گی اور انہیں بہترین معاوضے دیئے جائیں گے۔ اس کے لئے صرف ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ مال کا کوئی پیکٹ کسی بھی غلط ہاتھ میں نہیں جانا چاہئے۔ اگر اتفاق سے ایسا ہو جائے تو کسی قیمت پر کسی کو اس فرم کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے ایسا کرنے والے کو زندگی سے محروم بھی کیا جا سکتا ہے"۔ پھر نوجوانوں سے ایک بانڈ بھروایا گیا اور پھر انہیں رخصت کر دیا گیا تھا۔ بہر حال عمران کو ایک نئی جگہ کے بارے میں

معلومات حاصل ہوئی تھیں اور وہاں سے نکل کر اس نے بلیک زیرو سے رابطہ کیا تھا۔

"ہاں بلیک زیرو"۔

"یس سر"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"کوئی خاص بات"۔

"نہیں جناب۔ سب کچھ معمول کے مطابق ہے"۔

"ایک پتہ نوٹ کرو"۔

"جی"۔

"سائمن اسکوائر کوٹھی نمبر تیس"۔

"جی سر"۔

"بھرپور نگرانی ہونی چاہئے۔ ایک وین نمبر بھی نوٹ کرو"۔

"جی بتائیے"۔

عمران نے اس وین کے نمبر بتائے اور بولا "احتیاط کی ہدایت کر دینا کسی بھی وقت خطرہ پیش ہو سکتا ہے"۔

"بہت بہتر"۔

"ان لوگوں کے بارے میں تو نہیں معلوم ہوا"۔ عمران نے پوچھا۔

"کون لوگ"۔

"ڈیڈی حضور"۔

"کوشش نہیں کی جناب"۔

"اوکے ۔سب ٹھیک ہے ۔اچھا خدا حافظ "۔ عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

فیاض کو اندازہ ہو گیا تھا کہ سر عبدالرحمن عمران کی موت کے سلسلے میں مشکوک ہو گئے ہیں۔ انہوں نے فلیٹ میں جو کارروائی کی تھی اس سے یہی پتہ چلتا تھا۔ بعد میں انہوں نے کہا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے وہ مر گیا"۔

"خدا کرے ایسا نہ ہو"۔

"ہاں ۔خدا کا شکر ہے ۔ایسا نہیں ہوا"۔ سر عبدالرحمن نے مسکرا کر کہا تھا۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض کو یقین نہیں آیا تھا۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

"تمہارے پاس اچھے باصلاحیت لوگ ہیں"۔

"جی سر ۔حکم"۔

"اس کے فلیٹ کی خفیہ نگرانی کراؤ"۔

"بہتر ۔میں کچھ لوگوں کو تعینات کئے دیتا ہوں"۔ فیاض نے

جواب دیا۔

بہر حال وہ خود بھی کسی مناسب فیصلے پر نہیں پہنچا تھا۔ رات کے کھانے پر سلمیٰ سے بھی اس بارے میں بات ہوئی تھی۔ ظاہر ہے عمران سے معمولی تعلقات نہیں تھے۔ فیاض نے اسے پوری تفصیل بتائی تھی اور سلمیٰ نے قہقہے لگائے تھے۔ فیاض غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر سلمیٰ بولی۔

"تو اب آپ کا تازہ خیال اس بارے میں کیا ہے"۔

"جہنم میں جائے سب کچھ، مجھے کسی بھی خیال سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ، بہرحال آپ بھول جائیں تو الگ بات ہے مگر میں اس بات کو نہیں بھول سکتی کہ عمران صاحب نے آپ کے لئے بھی بہت کچھ کیا ہے"۔

"اور اب بہت کچھ کرنے کے بعد اس دنیا سے رفو چکر ہو گیا ہے"۔ فیاض بولا۔

"آپ کی یہ خواہش شاید کبھی پوری نہ ہو سکے"۔ سلمیٰ نے کہا فیاض خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن نجانے کیوں اسے عمران کی زندگی کا یقین نہیں تھا۔ حالانکہ وہ جیتی جاگتی نگاہوں سے عمران کو دیکھ چکا تھا اور اس قدر وہمی بھی نہیں تھا۔ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ عمران ہر طرح کی اداکاری کر سکتا ہے اور اس سے کوئی بات بعید نہیں ہے۔ پتہ نہیں کیا معاملہ تھا۔ بہرحال وہ کروٹیں بدلتا رہا سلمیٰ بھی سو گئی تھی گھڑی

میں بارہ بج چکے تھے وہ خود بھی کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن کمبخت نیند آنکھوں سے دور تھی۔ پھر کسی قدر غنودگی طاری ہوئی تھی کہ نجانے کیا آواز سنائی دی، جیسے کوئی دروازہ کھولا جائے اور پھر اسے بند کر دیا جائے۔ گھر میں اس وقت ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ ملازم بنگلے کے آخری سرے پر اپنے کوارٹرز میں تھے۔ تو پھر یہ آواز کیسی ہو سکتی ہے۔

فیاض بالآخر ایک پولیس آفیسر تھا اس نے سرہانے سے ریوالور اٹھایا اور اپنی مسہری سے اتر گیا۔ سلمیٰ کو جگانا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ وہ محتاط انداز میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا باہر کھڑے ہو کر اس نے ماحول کا جائزہ لیا اور اس سمت کا تعین کرنے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی جہاں سے آہٹ سنائی دی تھی۔

وہ دبے پاؤں ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گیا اور پھر یہ دیکھ کر اس کے بدن میں سنسنی پھیل گئی کہ ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ حالانکہ حسب معمول دروازہ بند ہونا چاہئے تھا اس کا مطلب ہے کہ اندر کوئی موجود ہے۔

اس نے ایک لمحہ رک کر اپنے حواس درست کئے اور پھر آہستہ آہستہ دروازے کے قریب پہنچ گیا، اندر داخل ہونا عقلمندی کے خلاف تھا۔ اگر وہ کوئی چور ہے تو ایک پولیس آفیسر کو اس سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ بالآخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور اس نے تھوڑے سے کھلے دروازے سے اندر ہاتھ ڈالا اور بجلی کا سوئچ آن کر دیا

جو دروازے کے بالکل قریب تھا دوسرے لمحے ڈرائنگ روم میں تیز روشنی پھیل گئی اور فیاض نے کھلے دروازے سے اندر چھلانگ لگا دی اس کے ساتھ ہی وہ گرجدار آواز میں بولا۔

"خبردار اپنی جگہ سے جنبش بھی کی تو چھلنی کر دوں گا"۔ پھر اس کی نگاہیں کمرے کے چاروں طرف کا جائزہ لینے لگیں لیکن اندر کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ بالآخر اس کی نگاہ ایک آرام کرسی پر پڑی جس کی پشت پر کوئی چیز ابھری ہوئی تھی اور یہ ابھری ہوئی چیز فیلٹ ہیٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا گویا کوئی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔

"خبردار ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ، ورنہ میں تمہارے سر کا نشانہ لے کر فائر کر دوں گا"۔ فیاض پھر چیخا۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا تھا اور نہ ہی کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص کے انداز میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔

فیاض نے ہونٹ بھینچے اور ریوالور کا رخ اس کرسی کی جانب کئے کئے آگے بڑھنے لگا۔ پھر وہ کرسی کی سامنے کی سمت آگیا تیز روشنی میں کرسی پر بیٹھا ہوا شخص اب اس کے سامنے تھا وہ ایک شاندار لباس میں تھا لیکن اس کا چہرہ دیکھ کر فیاض کا ریوالور والا ہاتھ کانپ گیا کیونکہ یہ چہرہ لاکھوں میں ایک تھا اور فیاض اسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔

"عمران"۔ فیاض کے منہ سے کپکپاتی ہوئی آواز نکلی اور عمران نے اپنی سرد نگاہیں اس پر جما دیں۔ وہی بے رونق ویران آنکھیں ہر قسم کے جذبات سے عاری چہرہ۔ سپاٹ پتھر کی طرح۔ فیاض کی ریڑھ کی ہڈی

میں سرسراہٹ ہونے لگی۔

"ہیلو سوپر"۔ عمران کی سپاٹ آواز ابھری۔

"تم تم یہاں"۔ فیاض کے حلق سے پھٹی پھٹی آواز نکلی۔

"میں کہیں بھی جا سکتا ہوں"۔

"آخر کیوں پریشان کر رہے ہو تم سب کو"۔

"میں نے کسے پریشان کیا ہے سوپر"۔ عمران نے فیاض کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ ڈرامہ کب تک جاری رہے گا"۔ فیاض نے کہا اس کے اندر نجانے کہاں سے ہمت پیدا ہو گئی تھی، حالانکہ جسم میں کپکپاہٹ طاری تھی لیکن بہرحال وہ ہمت سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ڈرامہ"۔ عمران نے اسے دیکھا۔ وہ نگاہیں فیاض کے بدن میں بری طرح چبھتی ہوئی چلی گئی تھیں اور ایک بار پھر اس کے جسم میں کپکپی دوڑ گئی۔

"زندگی ایک ڈرامہ ہی ہے سوپر اور نجانے کب اس ڈرامے کا ڈراپ سین ہو جائے۔ بہرحال تم نے غلط جملے استعمال کئے ہیں میں کسی کو پریشان نہیں کر رہا بلکہ ملک و قوم کے لئے میری کوشش یہی رہی تھی کہ ملک کو جرائم پیشہ عناصر سے پاک کر دوں، میری روح اب بھی اسی چکر میں بھٹک رہی ہے مجھے مجرم کی تلاش ہے کیا تم ان لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتے ہو، جنہوں نے مجھے قتل کیا"۔

"قق۔ قتل"۔ فیاض ہکلایا۔

"ہاں قتل"۔

"جھوٹ ہے۔ تم قتل نہیں ہوئے"۔

"کیا تم میری طرح قتل ہونا چاہتے ہو"۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"عمران خدا کے لئے"۔

"سنو سوپر۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں غور سے سنو۔ یہ سارا چکر منشیات کی اسمگلنگ اور اس کے کاروبار کا ہے۔ ان لوگوں کو خطرہ تھا کہ میں ان کے راستے کی رکاوٹ بنوں گا۔ اس لئے انہوں نے مجھے راستے سے ہٹا دیا۔ ان کا خیال تھا کہ میری موت کے بعد وہ سکون سے کام کر سکیں گے۔ لیکن اب میری روح ان کے مقابلے پر ہے۔

"رو۔ رو۔ روح"۔

"ہاں۔ عمران کی روح"۔

"یار عمران"۔

"روح کی کسی سے یاری نہیں ہوتی۔ میں نے ہمیشہ تمہاری مدد کی ہے اور اب بھی میں تمہارے کام آنا چاہتا ہوں"۔

"کام"۔ فیاض نے کہا۔

"ہاں"۔

"کس کام آؤ گے میرے"۔ فیاض نے پوچھا۔

"جو کچھ میں کہوں، اسے غور سے سنو۔ منشیات کے اسمگلروں کی ایک بہت بڑی لانچ ڈنکرک ڈان جیٹی سے روانہ ہو رہی ہے۔ اس لانچ

سے بہت سے ایسے نوجوان سفر کرنے والے ہیں جو بیروزگار تھے۔ ان کے پاس جعلی پاسپورٹ اور ویزے ہیں اور لانچ میں ڈرگس کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ لانچ کی روانگی کے سلسلے میں بظاہر قانونی نکات پورے کئے گئے ہیں۔ لیکن تمہیں اس پر چھاپہ مارنا ہے اور تمام لوگوں کو گرفتار کرنا ہے۔

"عمران"۔ فیاض گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

"اور جب اس عظیم الشان کامیابی پر تمہاری ترقی ہو تو جانتے ہو تم کیا کرو گے"۔

"کیا"۔ فیاض نے پوچھا۔

"ایک کلو جلیبیاں خریدنا"۔ عمران نے کہا۔

"جلیبیاں"۔

"ہاں اور ایک پاؤ لڈو"۔

"پھر"۔ فیاض نے پوچھا۔

"اس کے بعد ایک پاؤ نمک پارے۔ ان تینوں چیزوں کو دو کلو دودھ میں ڈال کر گھوٹ لینا۔ جیسے بھنگی بھنگ گھوٹتے ہیں۔ پھر اس میں آدھی چھٹانک کالی مرچیں ڈال کر ان کا پیسٹ بنا لینا، جانتے ہو اس کے بعد تمہیں کیا کرنا ہے"۔

"کیا"۔ فیاض کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"انہیں کھا لینا"۔ عمران نے کہا۔

"اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم زندہ ہو۔ سر عبدالرحمن کا بھی یہی

خیال ہے"۔ فیاض نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"سر عبدالرحمن ۔ آہ یہ مردہ پرست باپ ۔ جس نے زندگی میں میری کوئی قدر نہ کی"۔

"عمران وہ بہت پریشان ہیں"۔

"سنو فیاض ۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنا تمہارے مفاد میں ہے"۔

"عمران ۔ خدا کے لئے"۔

"بس میں چلتا ہوں"۔ عمران کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے عجیب سے انداز میں منہ کھولا اور دانت نکال کر فیاض پر دوڑا۔ فیاض کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ عمران کا چہرہ اس قدر خوفناک ہو رہا تھا کہ فیاض ذہن پر قابو نہ پاسکا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور عمران کو راستہ مل گیا۔

دوسرے لمحے وہ دروازے کی طرف بڑھا اور پھر خاموشی سے باہر نکل گیا۔ لیکن فیاض نے فوراً خود کو سنبھالا اور دروازے کی طرف دوڑا پھر وہ دروازے سے باہر نکل آیا۔ لیکن ایک بار پھر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے ۔ عمران کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ہر طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ اتنی جلدی کسی کا غائب ہو جانا ناممکنات میں سے تھا۔ پھر کیا واقعی عمران ۔

ایک بار پھر اس کے حوصلے پست ہونے لگے ۔ وہ حیرانی سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر خوفزدہ ہو کر بیڈ روم کی طرف دوڑنے لگا۔ سلمیٰ ان

حالات سے بے خبر آرام سے سو رہی تھی ۔ وہ آواز پیدا کئے بغیر مسہری پر لیٹ گیا۔ ذہن سخت ہیجان کا شکار تھا۔ لیکن ۔ عمران نے جو کچھ ہے ۔ کیا اس پر عمل کیا جائے ۔ فیصلہ کرنا ضروری تھا۔

بڑی سادہ سی تکنیک استعمال کی گئی تھی، فیاض کے ڈرائنگ روم کا دروازہ باہر کھلا تھا اور عمران سمجھ رہا تھا کہ اس وقت فیاض ذہنی انتشار کا شکار ہے۔ چنانچہ جیسے ہی وہ باہر نکلے گا فیاض بھی پاگلوں کی طرح باہر نکلنے کی کوشش کرے گا اور یہی ہوا۔ فیاض اس کے پیچھے دوڑا تھا اور اس نے دروازہ کھولا تھا اور جب دروازہ کھلا تو عمران دروازے کے پیچھے ہو گیا۔ فیاض برق رفتاری سے نکل کر راہداری میں بھاگا تھا اور عمران بڑے اطمینان سے خودکار دروازے کے بند ہونے سے پہلے ہی واپس ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ بہرحال چند لمحے تو انتظار کرنا ہی تھا کیونکہ اس بات کے امکانات تھے کہ فیاض کو شاید عقل ہی آجائے اور وہ واپس ڈرائنگ روم میں آنے کی کوشش کرے۔ لیکن فیاض کو اگر عقل آجاتی تو وہ فیاض ہی کہاں تھا کچھ دیر ڈرائنگ روم میں انتظار کرنے کے بعد عمران کو جب یہ اطمینان ہو گیا کہ فیاض

اپنے بیڈ روم میں جا چکا ہے تو عمران احتیاط کے ساتھ باہر نکلا اور پھر فیاض کی کوٹھی سے باہر نکلنے میں اسے کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی۔

بنگلے سے کچھ فاصلے پر بلیک زیرو ایک کار میں اس کا منتظر تھا اسے دیکھ کر بلیک زیرو نے دروازہ کھول دیا اور عمران اس میں بیٹھ گیا۔

"چلو"۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔

"سر سلطان کی کوٹھی پر چلیں گے"۔ عمران نے کہا۔

"وقت زیادہ نہیں ہو گیا جناب"۔

"ہاں وقت زیادہ ہو گیا ہے لیکن سر سلطان سے ملاقات کرنا بے حد ضروری ہے"۔

"ٹھیک ہے"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد بولا۔

"فیاض سے بات ہو گئی"۔

"ہاں میں نے اسے بریف کر دیا ہے"۔

کار سنسان سڑکوں پر تیز رفتاری سے سفر کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ سر سلطان کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ سر سلطان کی طرف سے عمران کو ہر وقت آنے کی اجازت تھی ورنہ ظاہر ہے ہوم سیکرٹری کی رہائش گاہ پر زبردست پہرہ رہتا تھا لیکن گارڈ جانتے تھے کہ عمران کی آمد کو کسی بھی وقت روکا نہیں جا سکتا اور پھر چونکہ عمران کی موت کی اطلاع عام نہیں تھی اس لئے عمران کو اندر داخل

ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ چند لمحات کے بعد عمران اندر داخل ہو گیا۔ پھر سامنے موجود ملازم سے اس نے سر سلطان کو اطلاع دینے کے لئے کہا اور خود ڈرائنگ روم میں جا بیٹھا۔ سر سلطان فوراً ہی چلے آئے لیکن ان کی کیفیت دیکھنے کے قابل تھی۔ گاؤن بھی نہیں پہنا تھا ننگے پاؤں دوڑے چلے آئے تھے۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر انہوں نے عمران کو دیکھا اور بے اختیار ہاتھ پھیلا کر عمران کی طرف بڑھ گئے پھر انہوں نے عمران کو لپٹا لیا تھا۔ عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

"مجھے افسوس ہے جناب کہ آپ کو بھی حالات سے لاعلم رکھنا پڑا"۔

"مگر میرا دل گواہی دیتا تھا کہ تم اتنی آسانی سے اپنے دشمنوں کا شکار نہیں ہو سکتے"۔

"بس جناب آپ کی دعائیں ہی شامل حال رہیں"۔

"مگر عمران مجھ سے تو رابطہ کر لیا ہوتا"۔

"مجبوری تھی جناب میں اپنی موت کو حقیقت کا رنگ دینا چاہتا تھا کیونکہ چند لوگ شدت سے میری موت کے خواہاں تھے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان لوگوں کو میری موت کا یقین آپ نے ہی دلایا ورنہ شاید وہ شک و شبہے کا شکار رہتے۔ بہرحال جیسے ہی مجھے پہلا موقع ملا میں آپ کو حقیقت حال بتانے کے لئے دوڑا چلا آیا۔

"خدا کا شکر ہے اور کیا کہوں، ورنہ یہ تو حقیقت ہے عمران کہ ہم لوگ تو بے موت مر گئے تھے۔ میں تمہیں یقین نہیں دلا سکتا کہ یہ چند

روز میرے اوپر کتنے گراں گزرے ہیں"۔

"تجھے یقین ہے"۔ عمران نے کہا۔

"خیر چھوڑو سارا مسئلہ حل ہو گیا اب یہ بتاؤ کیا مسئلہ ہے اور یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے"۔

"منشیات کے اسمگروں نے بہت بڑی پلاننگ کر رکھی ہے"۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے شروع سے آخر تک سر سلطان کو تمام تفصیل بتا دی اور خاموش ہو گیا۔ سر سلطان غور سے یہ تمام تفصیل سن رہے تھے۔ پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم زندہ ہو اور یہ بے مقصد ہی سارا چکر نہ چلا ہو گا"۔

"بہرحال میرا کافی کام ہو گیا ہے اور اب میں نے سوچا تھا کہ آپ کو اطلاع دے دوں۔ کل اس سلسلے میں، میں سپرنٹنڈنٹ فیاض سے پہلا کام لے رہا ہوں"۔

"ٹھیک ہے عمران ہمارا مقصد ملک دشمنوں سے نمٹنا ہے، چاہے کوئی بھی ایجنسی کام کرے۔ اصل مقصد تو کام ہونے سے ہے"۔

"سر آپ اطمینان رکھیئے، میں چلتا ہوں، آپ کو اطلاع دینا ضروری تھا"۔

"ایک بات سنو عمران"۔

"جی۔ حکم دیں"۔

"میری ایک رائے ہے"۔

Pakistanipoint

"کیا"۔

"اگر ممکن ہو سکے تو سر عبدالرحمن کو بھی بتا دیا جائے"۔

"آپ انہیں کیا سمجھتے ہیں"۔

"کیا مطلب"۔

"وہ میرے بھی باپ ہیں"۔

"اس میں کیا شبہ ہے"۔ سر سلطان بے اختیار مسکرا پڑے۔ پھر بولے "مگر میں سمجھا نہیں"۔

"حضرت نے فلیٹ جا کر خود تفتیش کی تھی"۔

"پھر"۔ سر سلطان نے پوچھا۔

"مطمئن ہو گئے ہوں گے"۔ عمران نے کہا اور سر سلطان ہنس پڑے پھر بولے۔

"تو پھر مجھے اجازت دیجئے"۔

"اب کہاں جاؤ گے"۔

"بس کوئی خاص جگہ نہیں۔ ابھی تو کام جاری ہے"۔ عمران نے کہا اور انہیں سلام کر کے باہر نکل آیا۔

عمران کے چہرے پر تصور حسین کا میک اپ تھا۔ دوسرے تمام نوجوانوں کے ساتھ اسے بھی جیٹی پر پہنچا دیا گیا تھا۔ انہیں بریف کر دیا گیا تھا اور ان کا سامان انہیں دے دیا گیا تھا۔ سوٹ کیس میں منشیات کے ذخائر تھے۔ یہاں تک کہ وہ لانچ پر پہنچ گئے۔

عمران کی نظریں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ پھر اسے اطمینان ہو گیا۔ کچھ فاصلے پر فیاض نظر آیا تھا۔ ایک بڑی ویگن سے نارکوٹکس کے بڑے افسران کے ساتھ نیچے اترا تھا۔ اس کے عقب میں پولیس کے دو ٹرک تھے۔ جن سے اتر کر جوانوں نے آن کی آن میں لانچ کو گھیر لیا۔ عمران کا خیال تھا کہ لانچ سے مقابلہ کیا جائے گا۔ لیکن کوئی مزاحمت نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ فیاض کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھا کہ ان میں عمران بھی موجود ہے۔ وہ گرفتار شدہ نوجوانوں کے ساتھ بے حد سخت سلوک کر

رہا تھا۔ ان کے سامان سے کروڑوں روپے کی منشیات برآمد ہو گئی تھیں۔

پھر کئی گاڑیاں انہیں لے کر پولیس ہیڈ کوارٹر روانہ ہو گئیں انہیں ایک بڑے لاک اپ میں پہنچا دیا گیا۔ لاک اپ کے باتھ روم سے عمران نے ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو"۔ بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"ہم خیریت سے لاک اپ پہنچ گئے ہیں۔ اب تمہیں ایک کام کرنا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"حکم سر"۔ بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سر سلطان کی وساطت سے چند افراد کو جن میں تصور حسین کو بھی یعنی مجھے شامل ہونا چاہئے۔ سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں طلب کر لو۔ بقیہ لوگوں کو یہیں رہنے دیا جائے"۔

"بہت بہتر"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

پھر بہت جلد یہ کارروائی ہو گئی تھی اور چار افراد کو جن میں عمران بھی شامل تھا۔ ملٹری انٹیلی جنس کی تحویل میں دے دیا گیا۔ ملٹری کی گاڑی انہیں لے کر چل پڑی تھی۔

سر عبدالرحمن نے کڑی نظروں سے فیاض کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں اس شاندار کارروائی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ منشیات کا اتنا بڑا ذخیرہ بہت عرصہ سے نہیں پکڑا گیا۔ لیکن"۔

"جی سر"۔

"ذریعہ معلومات کیا تھا"۔ سر عبدالرحمن نے چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

فیاض کی تمام خوشی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی تھی۔ واسطہ سر عبدالرحمن سے تھا۔ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔

"معلومات کا ذریعہ عمران صاحب تھے"۔ فیاض نے کہا۔

"کیا کہا"۔ سر عبدالرحمن نے چونک کر پوچھا۔

"جی سر"۔ فیاض نے کہا اور سر عبدالرحمن کو پوری تفصیل بتا دی اور سر عبدالرحمن اسے گھورنے لگے۔

"فیاض"۔ان کی کرخت آواز ابھری۔

"سر۔ایک ایک لفظ سچ کہا ہے"۔

"وہ غائب کہاں ہو گیا"۔

"ہوا میں تحلیل ہو گئے تھے اور....." فیاض نے کہا۔

"احمق ہو تم"۔

"سر آپ یقین کریں"۔

"فیاض ۔ بس خاموش ہو جاؤ۔اب بھی تم اس پر یقین رکھتے ہو کہ، خیر ان لوگوں نے زبان کھولی۔

"ابھی تک کوئی تشدد نہیں کیا ان پر۔ ویسے چار آدمیوں کو ملٹری والے لے گئے ہیں ان کی ہدایت ہوم منسٹری سے ملی تھی"۔

"ہوں ۔چار آدمی کون تھے"۔

"چار نوجوان"۔

"کسی خاص حیثیت کے حامل تھے"۔

"نہیں جناب ۔ایسی کوئی بات نہیں تھی"۔فیاض نے ادب سے جواب دیا اور سر عبدالرحمن سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر گردن اٹھا کر بولے۔

"ٹھیک ہے ۔ تم جاؤ۔ میں دیکھوں گا"۔سر عبدالرحمن نے کہا اور فیاض انہیں سلام کر کے باہر نکل آیا۔

ڈیوی بری طرح بدحواس نظر آرہا تھا۔اس نے ٹرانسمیٹر پر باس سے رابطہ کیا اور کچھ لمحوں کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو ۔ باس ۔ڈیوی کالنگ"۔

"ہاں ۔ کہو"۔ باس کا لہجہ خشک تھا۔

"باس..... آپ کو..... معلوم ہو گیا"۔ڈیوی نے رک رک کر کہا۔

"ہاں ڈیوی ۔ مجھے علم ہو گیا کہ تم ناکام ہو گئے"۔

"میں شرمندہ ہوں باس ۔ مگر میری عقل کام نہیں کر رہی نجانے کیا ہو گیا"۔

"میں بھی شرمندہ ہوں ڈیوی کہ میں نے تم جیسے غیر معیاری آدمی کا انتخاب کر کے اتنی بڑی ذمے داری تمہیں سونپ دی"۔

"باس ۔ میں کوشش کروں گا کہ"۔

"بیوقوفی کی بات ہے ڈیوی ۔اب کیا کوشش کرو گے اب تو سب

کچھ ہو گیا ہے"۔

"سمجھ میں نہیں آیا باس۔ غلطی کہاں ہوئی"۔

"انٹرویو میں"۔

"کیا"۔ ڈیوی نے چونک کر کہا۔

"ہاں"۔ باس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"میں سمجھا نہیں باس"۔

"جن لوگوں کا تم نے انتخاب کیا تھا ان میں کچھ غلط لوگ شامل ہو گئے۔ کم از کم ایک ضرور"۔

"یعنی"۔

"ہاں۔ ممکن ہے وہ عمران ہو"۔

"عمران"۔ ڈیوی اچھل پڑا۔

"ہاں"۔

"لیکن باس آپ نے کہا تھا کہ وہ"۔

"اس کی موت مشکوک ہو گئی ہے"۔

"مگر کیسے باس"۔

"اس کی لاش کے غائب ہونے سے"۔

"اوہ باس۔ آپ کا مطلب ہے کہ"۔

"ہاں۔ مجھے تعجب ہے۔ پاکیشیا میں رہتے ہو۔ جرم کی دنیا میں ہو اور تمہیں عمران کے بارے میں نہیں معلوم"۔

"باس۔ اگر حکم ہو تو میں ان لوگوں کو لاک اپ میں ختم کر

دوں"۔ ڈیوی نے کہا۔

"مزید حماقت ہو گی"۔

"کیوں باس"۔

"اس لئے کہ چار آدمی ملٹری انٹیلی جنس کی تحویل میں پہنچ گئے ہیں"۔

"کیسے"۔ ڈیوی نے پوچھا۔

"وہ انہیں لے گئے ہیں اور وہی کافی ہیں"۔

"میرے لئے کیا حکم ہے باس"۔

"ہوٹل سے سارا سٹاک ہٹا دو اور پھر وہاں سے نکل کر اپنی پرانی رہائش گاہ پہنچ جاؤ۔ سپلائی فوراً ہر پوائنٹ پر بند کرا دو"۔

"بہتر باس"۔ ڈیوی نے جواب دیا۔

"اوکے"۔ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ڈیوی کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ وہ چند لمحے گم صم رہا۔ پھر اس نے ایک گھنٹی بجائی اور ایک آدمی آ گیا۔

"وکٹر کو بلاؤ"۔

"یس سر"۔ آنے والے نے کہا۔ کچھ دیر کے بعد دوسرا آدمی اندر داخل ہو گیا۔

"سارا سٹاک یہاں سے بارہ نمبر میں منتقل کر کے مجھے رپورٹ دو اور سب جگہ اطلاع کر دو کہ سپلائی فوراً بند کر دی جائے۔ فوراً مجھے رپورٹ دو"۔

"نیس سر"۔ وکٹر برق رفتاری سے باہر نکل گیا۔ ڈیوی شاید پریشانی کے عالم میں بیٹھا ان حالات پر غور کرتا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وکٹر نے اطلاع دی کہ اس کی ہدایت پر عمل درآمد ہو گیا ہے، تو ڈیوی اپنی جگہ سے اٹھ گیا اس نے اس دوران اپنا تھوڑا سا سامان اکٹھا کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ ہوٹل کے عقبی دروازے سے باہر نکل آیا۔ اسے چاروں طرف عمران کے بھوت نظر آ رہے تھے۔ آخر یہ عمران کیا چیز ہے۔ وہ بیوقوف سا آدمی جسے اس نے فیاض کے ساتھ رسیوں سے باندھ دیا تھا۔ ڈیوی نے احتیاطاً اپنی کار بھی استعمال نہیں کی تھی اور کافی دور تک پیدل چلتا رہا تھا، پھر اسے ایک ٹیکسی نظر آ گئی اور اس نے ٹیکسی کو اشارہ کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔

ڈیوی خیالات میں اتنا گم ہو گیا تھا کہ اسے یہ بھی اندازہ نہ رہا کہ ٹیکسی ڈرائیور کو اس نے جو پتہ بتایا ہے وہ اس علاقے کی طرف نہیں جا رہا۔ پھر جب وہ چونکا تو دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ یہ محسوس کر کے کہ ٹیکسی اس کے بتائے ہوئے پتے کی جانب نہیں جا رہی ہے اس نے جیب سے ریوالور نکالنا چاہا۔ لیکن جیب خالی تھی اور ریوالور غائب تھا۔ اسی لمحے ایک ٹھوس چیز اس کے بائیں پہلو سے آ لگی اور ایک سرگوشی سنائی دی۔

"ریوالور میرے پاس ہے دوست۔ اس لئے اب تمہارا اسے جیب میں تلاش کرنا بے سود ہے"۔ ڈیوی حیران رہ گیا۔ تب اسے احساس ہوا کہ ٹیکسی مخصوص قسم کی ہے۔ پچھلی سیٹ کے عقبی حصے میں اتنی

جگہ ہے کہ کوئی باآسانی اس میں چھپ سکے اور ایسا ہی ہوا تھا ایک لمحے کے لئے تو ڈیوی ششدر رہ گیا لیکن پھر اس کی فطرت ابھر آئی اور اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"کون ہو تم"۔

"بہت جلد پتہ چل جائے گا"۔ اچانک ہی ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

"سر ہمارا تعاقب ہو رہا ہے"۔ لیکن یہ الفاظ ڈیوی کو مخاطب کر کے نہیں کہے گئے تھے بلکہ پیچھے موجود شخص سے کہا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے چلتے رہو"۔ پیچھے سے آواز آئی۔

"تم کون لوگ ہو آخر مجھے بتاؤ۔ کیا چاہتے ہو"۔ ڈیوی نے نرم لہجے میں کہا۔

"تمہیں چاہتے ہیں پیارے ڈیوی، لیکن ہماری چاہت اس وقت تک قائم رہے گی۔ جب تک تم اپنی یہ چونچ بند رکھو گے۔ ورنہ اس کے بعد یہ چاہت نفرت میں بھی بدل سکتی ہے"۔ بولنے والے کا لہجہ مذاق اڑانے والا تھا۔ ڈرائیور نے پھر کہا۔

"ان کی رفتار تیز ہو گئی ہے جناب اور پھر اچانک اس نے گاڑی کو سڑک سے نیچے اتار لیا۔ روشنیاں برق رفتاری سے ان کی جانب آ رہی تھیں۔ پھر اچانک ڈرائیور نے گاڑی کو بریک لگائے اور ڈیوی کو پتہ بھی نہیں چل سکا کہ وہ کتنی پھرتی سے نیچے اتر گئے تھے۔ لیکن عقب سے آنے والی کار سے اس کار پر اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی۔ ڈیوی نے بھی بدحواسی میں باہر چھلانگ لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن

اس کے پاؤں سیٹ میں پھنس گئے اور ڈیوی کا پورا بدن گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ کار کو کئی برسٹ مارے گئے تھے اور اس میں لاتعداد سوراخ ہو گئے تھے۔ پیچھے آنے والی کاریں دو تھیں ان میں سے بہت سے افراد نیچے اتر آئے تھے ان سب کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں وہ اس کار کے چاروں طرف پھیل گئے ان میں سے ایک نے کار میں اندر جھانکا اور بولا۔

"نکل گئے، وہ نکل گئے"۔

"دیکھو"۔ دوسری آواز آئی اور اس کے بعد وہ سب بری طرح دوڑیں لگانے لگے، سڑک کے دونوں جانب اونچی نیچی چٹانوں کے سلسلے پھیلے ہوئے تھے اور یہ چٹانیں لاتعداد انسانوں کو چھپا سکتی تھیں۔ وہ سب چٹانوں کی آڑ لے کر آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک ہی چٹانوں میں فائر گونج اٹھے اور ٹیکسی ڈرائیور اور دوسرا آدمی ان لوگوں پر گولیاں برسانے لگے، ٹیکسی ڈرائیور نے ایک فائر کیا اور سامنے والا ایک آدمی ہلاک ہو گیا۔

"کیا خیال ہے عمران صاحب۔ ان لوگوں کو باقاعدہ نشانہ بنایا جائے۔ کیونکہ ان کی گرفتاری کا تو کوئی امکان نہیں ہے"۔

"ڈیوی مر چکا ہے اور اب یہ لوگ صرف کرائے کے ٹٹو ہوں گے اس لئے انہیں ہلاک کرنا بیکار ہے"۔

"تو پھر کیا کیا جائے سر"۔

"نکل چلو، بلاوجہ خون بہانے سے کوئی فائدہ نہیں"۔ یہ آواز

عمران کی تھی۔

دوسری جانب سے مسلح حملہ آوروں نے اندھادھند فائرنگ شروع کر دی تھی اور شاید ان لوگوں کو دیکھ لیا گیا تھا۔ عمران کا دوسرا ساتھی بلیک زیرو کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ لیکن ان دو خطرناک آدمیوں کو قابو کرنا کم از کم ان آٹھ دس افراد کے بس کی بات نہیں تھی اور وہ جگہ جگہ ناکام ہو رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کبھی کبھی عمران اور بلیک زیرو ان پر کوئی کارآمد نشانہ لگا دیتے تھے۔ لیکن کوشش یہی ہوتی تھی کہ ان کی ٹانگیں ہی زخمی ہوں درحقیقت یہ کرائے کے ٹٹو تھے اور ان کی ہلاکت ایک طرح سے عمران کے لئے بے مقصد اصل کام تو ڈیوی کا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ادھر خاموشی چھا گئی اور خوفناک فائرنگ کا سلسلہ بند ہو گیا۔ بہرحال ان لوگوں کو بھی ابھی سڑک تک پہنچنے کے لئے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بہت زیادہ ہنگامہ آرائی نہیں کی۔ البتہ انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد گاڑیاں اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"نکل گئے"۔ پھر کچھ دیر انتظار کے بعد وہ سڑک پر آئے تھے اور قرب وجوار کا جائزہ لینے لگے تھے۔ لیکن یہ دیکھ کر عمران نے دیدے نچائے تھے کہ وہ لوگ ڈیوی کی لاش لے گئے تھے، عمران نے ایک گہری سانس لی اور زمین کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"ڈیوی کے جسم سے نکلنے والا خون جس مقدار میں زمین پر پڑا ہوا

ہے اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زندگی کا اب تصور بھی نہیں کیا جاسکتا"۔

"جی سر۔ لاتعداد گولیاں لگی تھیں اس کے جسم میں، میں نے خود دیکھا تھا"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ہوں، بہرحال یہ غلط ہوا"۔ عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر اب کیا خیال ہے سر"۔

"دیکھو ٹیکسی اسٹارٹ ہوتی ہے یا نہیں، اگر یہ نہیں اسٹارٹ ہوتی تو اسے یہیں چھوڑنا پڑے گا اور ہمیں سواری کے لئے کوئی بندوبست کرنا پڑے گا"۔

بلیک زیرو نے گردن ہلائی اور پھر ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے سلف لگایا اور ٹیکسی اسٹارٹ ہو گئی۔ عمران اس دوران پیچھے کھڑا رہا تھا۔

"میرے خیال میں واقعی انجن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا"۔

"او کے۔ پھر چلو"۔ عمران بولا اور پھر ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر شہر کی طرف چل پڑی۔

ڈیوی کی موت غیر متوقع تھی۔ عمران کو یقین تھا کہ اس سے بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔ ملٹری کی تحویل میں جانے کے بعد اس نے سر سلطان کی مدد سے فوراً رہائی حاصل کر لی تھی۔ یہی منصوبہ بھی تھا۔ چنانچہ رہائی کے بعد اس نے فوراً ڈیوی کے ہوٹل کا رخ کیا تھا اور اپنی مدد کے لئے بلیک زیرو کو طلب کر لیا تھا۔

لیکن۔ مجرم کام دکھا گئے تھے اور اب ڈیوی کا قصہ ختم ہو گیا تھا۔

رانا پیلس کے ایک کمرے میں اس وقت وہ بلیک زیرو سے ڈسکس کر رہا تھا۔

"دلچسپ بات یہ ہے بلیک زیرو کہ اس بار اصل مجرم کی شکل بھی نہیں نظر آئی"۔

"کافی چالاک ہے"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"اس میں کیا شک ہے"۔

"ڈیوی کی موت کے بعد ہم ایک بار پھر تاریکی میں آ گئے ہیں۔ اب فرض کریں وہ کچھ عرصہ کے لئے اپنا کاروبار بالکل بند کر دے اور خاموش ہو کر بیٹھ جائے تو"۔

"ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن"۔ عمران نے کہا۔

"لیکن کیا"۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"بلیک زیرو۔ ہر مجرم ایک غلطی ضرور کرتا ہے۔ اسے لکھ لو ذہین سے ذہین مجرم ایک غلطی ضرور کرتا ہے۔ جانتے ہو کس لئے"۔

"نہیں"۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"اس لئے کہ وہاں سے اس کی گرفت ہو"۔

"میں سمجھا نہیں"۔

"یہ قانون قدرت ہے۔ کیونکہ قدرت مجرم کو اس کے جرم کی سزا دینا چاہتی ہے"۔

"آپ کے خیال میں کوئی کلیو اب بھی ہے"۔

"ہاں ہے"۔

"آپ یقین کریں۔ میری عقل ساتھ نہیں دے رہی۔ تمام واقعات میرے علم میں ہیں۔ لیکن مجھے کوئی پہلو ایسا نہیں نظر آ رہا جسے محسوس کر کے میں یہ سمجھوں کہ مجرم سے غلطی ہوئی ہے"۔

"لیکن۔ غلطی ہوئی ہے"۔ عمران نے کہا۔

"آپ مجھے بتائیں گے"۔

"نہیں"۔

"کیوں"۔ بلیک زیرو مسکرا کر بولا۔

"تم خود غور کرو"۔

"جائے استاد خالی است"۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غور نہیں کرو گے"۔

"فائدہ نہیں ہو گا"۔

"ایک نام ذہن میں دوہراؤ۔ یہ آخری کارڈ ہے"۔ عمران نے کہا۔

"کیا نام ہے"۔ بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"ڈین لاج۔ ربن اسکوائر۔ آفس نمبر گیارہ"۔ عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو اچھل پڑا۔

چہرے پر شاندار میک اپ تھا۔ وہ اس وقت ایک مارواڑی سیٹھ معلوم ہو رہا تھا۔ ایک قیمتی کار سے اسے اترتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ اس لئے منیجر نے اس کا پرتپاک استقبال کیا تھا۔

"آپ کی فرم امپورٹ ایکسپورٹ کرتی ہے"۔ عمران نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی۔ اور بہت نیک نام ہے"۔

"میرے پاس ایک بہت بڑا پروجیکٹ ہے۔ شاید تم نے میرا نام سنا ہو مالک جی عدن والا"۔ عمران نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"بہت بڑا نام ہے جناب۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے ہمیں کسی قابل سمجھا"۔

"فرم کا مالک کون ہے"۔

"میڈم منگانو وہ آپ سے ملاقات کرنا پسند کریں گی۔ میں انہیں

اطلاع کرتا ہوں"۔ منیجر نے کہا اور پھر وہ انٹر کام پر میڈم منگانو سے بات کرنے لگا۔

"ایک بہت بڑی شخصیت آئی ہے میڈم۔ بہت بڑا کام ہے"۔

"کون ہیں"۔

"مالک جی عدن والا"۔

"پھر کیا بات ہے"۔

"آپ ان سے ملنا پسند کریں گی"۔

"میرے آفس لے آؤ"۔

"او کے میڈم"۔

پھر عمران منیجر کے ساتھ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ لیکن میڈم منگانو کو دیکھ کر وہ بری طرح چونکا تھا۔ وہ ایک نو عمر لڑکی تھی اور سلیمان نے جس لڑکی کا حلیہ بتایا تھا وہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ صرف تحقیق کرنے میں یہاں آیا تھا۔ لیکن اسے بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی بشرطیکہ اندازہ درست ہو۔

تعارف ہوا اور عمران نے در حقیقت ایک بڑے پروجیکٹ کا منصوبہ ان کے سامنے رکھ دیا۔

"میں کسی اتنی بڑی فرم سے یہ کام کرانا چاہتا ہوں۔ اصل میں آپ لوگ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ حکومت نے کتنی ڈیوٹی لگا دی ہے اس کام پر۔ آپ نے اندازہ لگالیا ہے کہ کتنا بڑا پروجیکٹ ہے"۔ عمران نے

کہا۔

"بالکل"۔ منگانو نے کہا۔

"آپ کا کمیشن ہی کروڑوں کا بنتا ہے۔ لیکن میں صرف کمیشن پر ہی آپ کو نہیں ٹالنا چاہتا"۔

"مطلب مسٹر عدن والا"۔ منگانو نے کہا اور عمران ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"آپ کو کئی کروڑ دینا چاہتا ہوں"۔

"وہ کس طرح"۔

"آپ سمجھتی ہیں"۔ عمران معنی خیز لہجے میں بولا۔

"یعنی آپ ڈیوٹی بچانا چاہتے ہیں"۔ منگانو نے پوچھا۔

"یہ بھی کوئی سوال ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"میں سمجھتی ہوں"۔

"سمجھنے سے کام نہیں چلے گا"۔

"ایڈوانس کتنا دیں گے آپ"۔

"ایک کروڑ"۔ عمران نے کہا۔

"منظور ہے"۔

"چیک لکھ دوں"۔

"نہیں"۔ منگانو نے کہا۔

"پھر"۔ عمران نے پوچھا۔

"کیش"۔ منگانو مسکرا کر بولی۔

"تو پھر آج رات آپ پرل میں میرے ساتھ ڈنر کریں"۔

"میری خوش قسمتی ہوگی"۔ منگانو نے جواب دیا۔ پھر عمران وہاں سے کولڈ ڈرنک پی کر رخصت ہو گیا۔

سلیمان فلیٹ پر پہنچ گیا تھا۔ لیکن اس کی حالت بے حد خراب تھی۔ عمران کی موت کو وہ زندگی بھر نہیں بھول سکتا تھا۔ وہ خود کو عمران کا قاتل سمجھتا تھا۔ اب اس فلیٹ میں رہنے کو اس کا دل بالکل نہیں چاہتا تھا۔ لیکن سر عبدالرحمن کا حکم تھا کہ وہ یہیں رہے۔ اس لئے مجبوری تھی۔ اب وہ ہر وقت روتا رہتا تھا۔

صفدر عمران کی ہدایت پر وہاں پہنچا تھا۔

"تمہیں میک اپ کرنا ہے"۔ صفدر نے سلیمان سے کہا۔

"کیوں صفدر صاحب"۔ سلیمان نے پوچھا۔

"ایک کام ہے تم سے"۔

"کیا"۔ سلیمان نے کہا۔

"یہ بعد میں بتاؤں گا"۔

"میرا دل کچھ نہیں چاہتا"۔

"یہ دل کی بات ماننے کا موقع نہیں ہے"۔

"مگر کام کس کے لئے ہے"۔

"یوں سمجھ لو عمران صاحب کے لئے"۔

"ہائے، ہائے، میں نے کیا کر دیا تھا"۔ سلیمان نے کہا اور پھر رونے لگا۔

بڑی مشکل سے صفدر نے اسے تیار کیا تھا۔ پھر اس نے سلیمان کے چہرے پر میک اپ کیا اسے عمران ہی کا سوٹ پہنایا۔ پھر اسے لے کر چل پڑا۔ اس کا رخ ہوٹل پرل کی طرف تھا۔

پرل میں داخل ہو کر اس کی آنکھیں چوندھیا گئی تھیں۔ صفدر نے ہدایت کے مطابق ایک میز سنبھال لی۔ پھر اس نے کسی کی تلاش میں نظریں دوڑائیں اور عمران اسے مالک جی عدن والا کے میک اپ میں نظر آگیا۔ اس کے ساتھ ایک شعلہ جوالا تھی جو عمران سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ صفدر سنبھل گیا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"سلیمان"۔

"جی صفدر صاحب"۔

"دیکھو اپنے آپ پر قابو رکھنا۔ ورنہ کام خراب ہو جائے گا"۔

"کیا مطلب"۔ "وہ لڑکی یاد ہے جس نے عمران صاحب کے لئے تعویز دیا تھا۔

"بھولوں گا اس کمینی کو"۔

"ادھر دیکھو۔ وہ سفید لباس میں"۔ صفدر نے اس لڑکی کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا جو عمران کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔

"ایں"۔ سلیمان ادھر دیکھنے لگا اور پھر اچھل پڑا۔

"وہی ہے۔ خدا کی قسم وہی ہے۔ نہیں چھوڑوں گا حرام زادی کو۔ مار ڈالوں گا جان سے"۔ سلیمان پھنکارا۔

"میں نے کہا ہے دماغ قابو میں رکھو۔ ورنہ یہاں بھی تمہارے بدن میں ایک درجن گولیاں اتر جائیں گی۔ اسے غور سے دیکھو اور بتاؤ کیا یہ وہی لڑکی ہے"۔ صفدر نے سلیمان کو سمجھاتے ہوئے پوچھا۔

"پہچان لیا ہے میں نے۔ یہی ہے"۔

"ہوں۔ خاموش بیٹھے رہو۔ خبردار جنبش نہ کرنا"۔ صفدر نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اب اسے مخصوص اشارے سے عمران کو بتانا تھا کہ سلیمان نے لڑکی کے بارے میں تصدیق کر دی ہے۔

اپنے کام سے فارغ ہو کر وہ سلیمان کے پاس آیا۔

"فکر مت کرو۔ اس سے تمہارا نکاح کراؤں گا۔ آؤ فی الحال نکل چلو"۔ اور وہ سلیمان کو لے کر وہاں سے نکل گیا۔

"آپ بے حد پرکشش ہیں مسٹر عدن والا"۔ منگانو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ پہلی لڑکی ہیں جو یہ بات کہہ رہی ہیں ورنہ اس سے قبل کسی نے ایسے نہیں کہا۔

"مجھے تعجب ہے"۔

"مجھے بھی تعجب ہے"۔ عمران بولا۔

"کیوں آپ کو کیوں تعجب ہے"۔

"بتا چکا ہوں"۔ عمران نے معصومیت سے کہا۔

"آپ کا کاروبار تو بہت بڑا ہے"۔

"ہاں۔ اربوں روپے بیکار پڑے ہوئے ہیں"۔

"بیکار کیوں"۔ منگانو نے پوچھا۔

"ان کا کوئی استعمال جو نہیں ہے"۔

"ارے۔ کیا آپ نے شادی نہیں کی"۔

"ڈیڈی نے کی تھی کیا پھل پایا انہوں نے"۔

"کوئی ٹریجڈی"۔

"بہت بڑی"۔ عمران بولا۔

"کیا"۔ منگانو نے پوچھا۔

"میں"۔

"کیا مطلب"۔

"میں پیدا ہو گیا تھا"۔ عمران نے کہا اور منگانو ہنس پڑی۔

"بس یہ ٹریجڈی ہوئی ہے"۔

"کم ہے کیا"۔

"آپ بہت دلچسپ ہیں"۔

"شکریہ۔ یہ دوسری انوکھی بات ہے"۔

"آپ شادی نہیں کریں گے"۔

"نہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی مجھ سے شادی کرے"۔ عمران نے جواب دیا اور منگانو پھر ہنس پڑی۔

"آپ کہاں رہتے ہیں"۔

"ایک لق ودق کوٹھی میں"۔ عمران نے کہا۔

"بہت شاندار ہو گی"۔

"ہاں۔ لوگ یہی کہتے ہیں"۔

"اور کون رہتا ہے وہاں"۔ منگانو نے پوچھا۔

"کوئی نہیں"۔

"بالکل تنہا ہیں"۔

"ہاں"۔ عمران نے جواب دیا۔

"کمال ہے"۔

"آپ دیکھیں گی میری کوٹھی"۔

"دل تو چاہتا ہے"۔

"تو پھر چلئے۔ ایک نگاہ دیکھ لیجئے۔ ویسے آپ کی رقم میں لایا ہوں۔ اور وہ بھی کیش"۔

"اوہ کہاں ہے"۔

"میری کار میں"۔ عمران نے جواب دیا۔ منگانو ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"آپ واقعی عجیب آدمی ہیں مسٹر عدن والا"۔

"پتہ نہیں"۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ڈنر کے بعد وہ وہاں سے اٹھ گئے تھے۔ عمران نے کار میں بیٹھ کر نوٹوں سے بھرا بریف کیس لڑکی کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کی امانت ہے۔ کوئی آپ کے ساتھ ہے تو اسے اس کے حوالے کر دیجئے"۔ عمران نے کہا۔

"ارے نہیں۔ میں تنہا ہوں اور جہاں تک اس رقم کا معاملہ ہے تو یہ کہاں بھاگی جا رہی ہے"۔

"او کے"۔ عمران نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ظاہر ہے

اس کا رخ دانش منزل کی طرف ہی ہونا چاہئے تھا۔

"پھر منگانو نے یہ عمارت دیکھی اور بولی" کمال ہے یہاں تو واقعی کوئی نہیں رہتا۔ آہ۔ کیا شاندار عمارت ہے"۔

"آپ کو پسند آئی"۔ عمران نے ساؤنڈ پروف کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

"بے حد"۔ منگانو نے کہا۔

"تو پھر آیئے شادی کرلیں"۔

"جی"۔ منگانو چونک پڑی۔

"ہاں۔ ویسے بھی آپ نے میرے لئے بڑے پاپڑ بیلے ہیں"۔

"میں نے"۔ منگانو نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ میرے ملازم کو آپ نے میری محبت حاصل کرنے کے لئے تعویز دیا تھا جو اس نے مجھے پلا دیا تھا"۔

منگانو کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کو دیکھ رہی تھی۔ اس دوران عمران نے اپنے چہرے سے میک اپ ماسک اتار دیا تھا اور لڑکی دہشت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی پھر اس نے عمران کا چہرہ دیکھا اور اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔

"ہاں میرا خیال ہے اب تم نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ تم تو میری محبت میں گرفتار تھیں اور سلیمان کو تم نے تعویز محبت دیا تھا"۔

"لل لیکن میرا خیال ہے آپ کو مسٹر کوئی غلط فہمی ہوئی ہے آخر آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں۔ مم میں۔ میں۔ میں یہاں سے جانا

چاہتی ہوں"۔ منگانو نے پریشان ہو کر کہا۔

عمران مسکراتا ہوا ایک صوفے پر جا بیٹھا۔ منگانو اپنی جگہ سے اٹھی اور اس نے پھرتیلی بلی کی طرح دروازے کی جانب چھلانگ لگائی، لیکن عمران خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا تھا منگانو نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن اس میں ظاہر ہے کامیاب نہیں ہو سکی۔ تب اس نے رحم طلب نگاہوں سے عمران کی جانب دیکھا اور کہنے لگی۔

"مجھے جانے دو پلیز مجھے جانے دو، میں تو پہلے ہی ایک مظلوم لڑکی ہوں، مم میں میں"۔

"ہاں واقعی تم سے زیادہ مظلوم لڑکی میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ ویسے تمہارا اصل نام کیا ہے"۔

"جناب میرا نام منگانو ہی ہے، میں ستم رسیدہ ہوں آپ نہیں سمجھتے زندگی میرے لئے کتنی تلخ ہے، آپ میرا جو روپ دیکھ رہے ہیں وہ میرا اصل روپ نہیں ہے"۔

"وہ تو مجھے معلوم ہے میڈم منگانو"۔

"نہیں آپ کو کچھ نہیں معلوم"۔ لڑکی کی آواز بھرا گئی اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ویری گڈ سنا ہے عورت کے آنسو بڑی اہمیت رکھتے ہیں لیکن مجھ جیسے بیوقوف کے لئے نہیں"۔

"آپ یقین کریں اگر میں نے آپ کو کچھ بتایا تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

"چلو بتا دو، میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا"۔ عمران مسخرے انداز میں بولا۔

"میں ایک غریب خاندان کی لڑکی ہوں جناب چند افراد کا واحد سہارا، کرسچن ہوں آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ میری موت سے دو چھوٹے بہن بھائی اور ایک بوڑھی ماں بھی مرجائے گی۔ میں ملازمت کرتی تھی، پھر ان درندوں کے چنگل میں پھنس گئی۔ میں آپ کو تفصیل نہیں بتاؤں گی بس یوں سمجھ لیجئے کہ ایک نوجوان میری تباہی کا باعث بنا اور اس نے مجھے ان لوگوں کے چنگل میں پھنسا دیا۔ وہ ڈرگس کا کاروبار کرتے ہیں آپ سے بے حد خوفزدہ تھے وہ، اور مجھے یہ ہدایت کی گئی کہ میں آپ کو زہریلا تعویز پلادوں۔

"لیکن اس سے ان کے اوپر کوئی روشنی نہیں پڑی میڈم منگانو"۔

"آپ یقین کیجئے، میں ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی، مجھے ایک ڈمی کے طور پر اس فرم کی مالک بنا کر بٹھا دیا گیا ہے۔ مجھے ساری ہدایات مسٹر ڈیوی سے ملتی تھیں، لیکن مسٹر ڈیوی ہلاک ہوگئے۔

"ہوں تو آپ ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔ اپنے ساتھی کارکنوں کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتی ہوں گی۔ میرا مطلب ہے ڈیوی کے علاوہ۔

"ڈیوی کے بعد دوسرا آدمی سائمن ہے۔ جوزف سائمن"۔ پھر عمران جوزف سائمن کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا رہا تھا۔ لڑکی سے اسے بیش قیمت معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ پھر وہ عمران کے لئے کام

کرنے پر تیار ہوگئی۔ بہت سے نئے ٹھکانے معلوم ہوئے۔ اب صرف جوزف سائمن رہ گیا تھا جس پر ہاتھ ڈالنا تھا یہ شخص بہت چالاک معلوم ہوتا تھا۔

عمران لڑکی سے مسلسل کام لے رہا تھا۔ اور وہ اسے بہترین گائیڈ کر رہی تھی اور اس رات اس نے لڑکی کی معیت میں جوزف سائمن کی رہائش گاہ کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ لڑکی نے بالآخر اس کا ٹھکانہ معلوم کر لیا تھا۔ یہ ایک پراسرار عمارت تھی۔

عمران نے ضروری انتظامات کرلئے تھے۔ پھر وہ منگانو کے ساتھ ہی اس عمارت میں داخل ہوا تھا۔ عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ منگانو بہت خوفزدہ معلوم ہوتی تھی اس نے کہا۔

"وہ بے حد خطرناک آدمی ہے جناب۔ آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں"۔

"ہاں کہو"۔

"اگر مجھے کچھ ہوجائے تو میرے بہن بھائی کا خیال رکھیں"۔

"فکر مت کرو"۔ عمران نے کہا۔

وہ عمارت کے مختلف گوشوں کا جائزہ لیتے رہے۔ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچ کر منگانو رکی۔ اس نے سوئچ تلاش کر کے روشنی کر دی۔ روشنی میں عمران نے ان چار آدمیوں کو دیکھا جو ہال کے چاروں گوشوں میں ریوالور لئے کھڑے تھے ان کے چہرے نقاب میں پوشیدہ تھے۔

لیکن ۔ منگانو کا قہقہہ بڑا زہریلا تھا۔ اس نے ایک دم روپ بدل لیا تھا۔ مائی ڈیئر علی عمران ۔ اب یقیناً تم اصل کہانی سننا پسند کرو گے بلکہ میرا اصل چہرہ بھی دیکھنا چاہو گے ۔ لڑکی نے اپنے چہرے سے ماسک اتار دیا۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ دلکش نظر آنے لگی تھی۔

" میرا نام ویستاوی ہے ۔ تعلق تل ایب سے ہے اور پاکیشیا میں مجھے ایک اہم مشن پر بھیجا گیا تھا۔ پاکیشیا میں ڈرگس کا فروغ اور اس سلسلے میں دوسرے ممالک سے تمہارے ملک کے تعلقات خراب کرانا۔ میرا مطلب ہے پاکیشیا کو ایک کرپٹ ملک ثابت کرنا۔ مجھے تمہارے بارے میں خصوصی ہدایات کی گئی تھیں ۔ چنانچہ میں نے تم پر حملے کرائے اور آخری کوشش تمہیں زہر دینے کی تھی۔ لیکن تم واقعی چالاک نکلے مگر آخر کار پھنس گئے ۔ کیا خیال ہے "۔

عمران ہنس پڑا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ " ویستاوی ۔ بہت خوبصورت نام ہے۔ اب بتاؤ مجھ سے شادی کرو گی "۔

" ہاں ۔ ضرور "۔ وہ ہنس پڑی ۔

" تو ٹھیک ہے ۔ یہی چاروں تمہارا مجھ سے نکاح پڑھائیں گے "۔

" اچھی طرح "۔

" ویسے ڈیئر ویستاوی ۔ چھپکلی اور مگرمچھ کے بارے میں جانتی ہو۔ چھپکلی مگرمچھ کی ہمشکل ضرور ہوتی ہے ۔ مگر بہت چھوٹی ہوتی ہے ۔ چلو اس چھپکلی کو پکڑ لو "۔

عمران نے چاروں نقاب پوشوں سے کہا اور انہوں نے آگے بڑھ کر

ویستاوی کو قابو کر لیا۔ وہ دہشت زدہ رہ گئی تھی۔

" یہ میرے آدمی ہیں ۔ جو یہاں موجود تھے یہاں رہنے والوں کو پہلے ہی قبضے میں کر لیا گیا ہے اور تمہاری یہ ساری باتیں ریکارڈ ہو چکی ہیں ۔ یہ مستقبل میں پاکیشیا کے بہت کام آئیں گی اور اسے دہشت گرد نہ کہا جائے گا۔

اس کے بعد ویستاوی کو لے کر چل پڑے تھے ۔

فلیٹ میں سلیمان آنسو بہا رہا تھا۔ عمران اسے بہت یاد آ رہا تھا یہاں اس کا دل بالکل نہیں لگ رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ سر عبدالرحمن اسے استدعا کرے کہ اسے کوٹھی واپس بلالیا جائے۔

"ہائے صاحب۔ میں نے کبھی تمہاری قدر نہیں کی تم کتنے اچھے تھے ایسا دوسرا کون ہوگا۔ ہائے دل چاہتا ہے کہ یہ سب خواب بن جائے۔ تم اپنے کمرے میں ہو اور مجھے آواز دو۔ سلیمان۔ اور میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں"۔

"سلیمان۔ کمرے سے آواز ابھری۔ اور وہ اچھل پڑا۔ آواز بالکل عمران کی تھی۔ پھر اس نے خود کو سمجھایا۔

"مگر تم کہاں۔ ہائے ایک بار پھر آواز دو"۔

"سلیمان۔ آواز پھر آئی۔ اور اب سلیمان کی ہوا کھسکنے لگی، پھر اس نے اسے اپنا وہم ہی سمجھا تھا۔ وہ اٹھ کر کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

دروازہ کھول کر اس نے اندر جھانکا اور پھر اس کا سانس بند ہو گیا۔

عمران کمرے میں موجود تھا۔

"کیا پکایا ہے"۔ عمران نے کہا اور سلیمان کے حلق سے ایک انتہائی تیز چیخ نکل گئی۔ دوسرے لمحے اس نے فلیٹ کے دروازے کی طرف چھلانگ لگادی تھی۔

ختم شد

عمران سیریز میں انتہائی مزاحیہ اور دلچسپ ناول

گولڈن ٹریپ

مکمل ناول

مصنف ——— ایم۔اے راحت

سپرنٹنڈنٹ فیاض — جس نے بھاری بھرکم مونچھیں رکھ لیں — کیا وہ مجرموں سے اپنی شناخت چھپانا چاہتا تھا — یا ——— ؟

سی پول — انتہائی خطرناک علاقہ جہاں عمران، پاکیشیا سیکرٹ سروس اور دشمن ایجنٹوں کے درمیان انتہائی خوفناک لڑائی ہوئی۔

سی پول — جہاں عمران کی کار کو اس وقت بم سے اُڑا دیا گیا جب عمران کار کے اندر موجود تھا۔ کیا عمران ہلاک ہو گیا — یا —— ؟

گولڈن ٹریپ — پاکیشیا کے خلاف کافرستانی ایجنسیوں کا انتہائی خوفناک ٹریپ۔

نیک دل مجرم — جو اپنی گرفتاری دینے کے لئے عمران کا انتہائی بے چینی سے منتظر تھا — کیوں — کیا یہی گولڈن ٹریپ تھا — یا — ؟

سامری 97 — جس نے سپرنٹنڈنٹ فیاض کی مونچھیں ایک لمحے میں صاف کر دیں۔

انتہائی دلچسپ سچویشن — قہقہہ بار انتہائی دلچسپ اور یادگار ناول۔

اشرف بک ڈپو۔ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں قہقہہ انگیز اور انتہائی دلچسپ ناول

نیلی چٹان

مکمل ناول

مصنف ——— ایم اے راحت

علی عمران — جس نے فلمی اداکار بننے کیلئے اپنا نام تبدیل کر لیا مگر ناکام رہا۔ میوزک ماسٹر بننا چاہا مگر سُر ساتھ نہ دے سکے۔ سٹوری رائٹر بننے میں بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ عمران کیا چاہتا تھا ——— ؟

عمران کمار —— جو بالآخر فلم ڈائریکٹر بننے میں کامیاب ہو گیا۔

اے۔ آر۔ دلاور — معروف فلم ڈائریکٹر جس کی تمام فلمیں بُری طرح ناکام ہوئیں مگر پھر بھی وہ مسلسل فلمیں بنا رہا تھا —— کیوں —— ؟

شالم پور — برفپوش پہاڑی علاقہ — جہاں میدان جنگ کی طرح دو فلمی یونٹ بالمقابل خیمہ زن ہو گئے اور انتہائی ہولناک فائٹ کی شوٹنگ شروع ہو گئی۔

● — آغا سلیمان پاشا کی حُسن آرا —— جس نے آغا سلیمان پاشا کا مستقبل تاریک کر دیا۔

سپرنٹنڈنٹ فیاض — ڈائریکٹر عمران کمار کا فلمی سپاہی جس کی لاٹری نکل آئی۔ کیسے — ؟

● — دشمنوں کے ہولناک منصوبے اور ان کا انکشاف۔ ایک سنسنی خیز شاہکار ناول۔

اشرف بک ڈپو۔ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ ناول

تربیتی کورس

مکمل ناول

مصنف :- ایم اے راحت

علی عمران۔ جسے اپنے باورچی سلیمان کی خدمت پر مامور کر دیا گیا اور عمران نہایت سعادتمندی سے نت نئے کھانے پکا کر سلیمان کو پیش کرنے لگا۔ کیا واقعی — ؟

جولیا — جسے انتہائی موٹے بدمزاج مگر عاشق مزاج باس کی سیکرٹری کے طور پر کام کرنا پڑا۔ مگر جولیا نے بغاوت کر دی — پھر کیا ہوا — ؟

تنویر اور خاور — جنہیں گودی پر مزدوروں کے ساتھ کام پر لگا دیا گیا مگر انہوں نے ایکسٹو کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاکیشیا سے فرار ہونے کا منصوبہ بنا لیا اور —

سلیمان — جسے عمران نے انتہائی عزت و احترام سے کرسی پر بٹھایا اور پھر نہایت مضبوط رسی سے اسے باندھنا شروع کر دیا — کیوں — ؟

صفدر — جس کی چیخ و پکار کی پرواہ کئے بغیر عمران اس کے مسلسل بہتے ہوئے آنسو ایک پیالی میں جمع کرتا رہا — کیا یہ بھی تربیتی کورس کا حصہ تھا — ؟

● — پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران اور عمران کا انتہائی دلچسپ تربیتی کورس۔ ایک ایسا کورس جو آپ کو بے ساختہ قہقہے لگانے پر مجبور کر دے گا۔

اشرف بک ڈپو۔ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور منفرد ناول

ڈارک ہارس

مصنف :- ایم۔ اے راحت

ڈارک ہارس — سفاک قاتل، خوفناک دہشت گرد۔ جو لاکھوں میں پہچانا جا سکتا تھا مگر سپر پاورز بھی اس کے سامنے بے بس تھیں — کیا واقعی — ؟

ڈارک ہارس — جو سطح سمندر پر تیز رفتار گھوڑے کی طرح بھاگ سکتا تھا جس نے عمران کو گہرے سمندر میں لے جا کر ڈوبنے پر مجبور کر دیا — کیا واقعی — ؟

ڈارک ہارس — جس نے پاکیشیا کو تباہ کرنے کی دھمکی دے دی اور پھر اس نے اپنے منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ کیا عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس بے بس ہو گئے۔

مس اشیل — جو ایک انوکھے فقیر کی ساتھی تھی مگر ڈارک ہارس کی ممبر ٹو بھی تھی لیکن اس نے عمران کو ڈارک ہارس کے منصوبے سے آگاہ کر دیا — کیا یہ ڈارک ہارس کی کوئی چال تھی — یا — ؟

انوکھا فقیر۔ جسے علی عمران انتہائی عزت و احترام سے اپنے فلیٹ پر لے آیا۔ کیوں۔ ؟

ڈاکٹر بیڈ لک۔ قہقہوں کا طوفان اور رنگین مزاج مگر بیڈ لک۔ انتہائی دلچسپ کردار۔

● — انتہائی دلچسپ اور بے پناہ سسپنس سے بھرپور منفرد انداز کا ناول۔

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور ماورائی کہانی

ناگ بیلہ

مکمل ناول

مصنف ——— ایم اے راحت

ناگ بیلہ ——— ایسی دہشت ناک جگہ ——— جہاں کسی انسان کا زندہ رہنا ممکن ہی نہیں تھا ——— کیوں ——— ؟

سیتا دیوی ——— ناگ بیلہ کی ماورائی قوت ——— ایک خوبصورت عورت۔ جس کا انتہائی نایاب تاج چوری کر لیا گیا۔

عمران ——— جس نے سیتا دیوی کے تاج کا سراغ لگا لیا مگر جب عمران وہاں پہنچا تو تاج وہاں سے بھی غائب ہو چکا تھا۔ کیا عمران وہ نایاب تاج خود حاصل کرنا چاہتا تھا ——— ؟

میڈم شیرانہ ——— جس نے سیتا دیوی کو اپنے کنٹرول میں کر لیا ——— کیا اس نے سیتا دیوی کو تسخیر کر لیا تھا ——— ؟

سیتا دیوی ——— جس نے بالآخر تاج چرانے والے کو انتہائی اذیت ناک سزا سے دوچار کر دیا۔ کیا سیتا دیوی اپنا تاج واپس حاصل کر سکی ——— ؟

• ——— سوپر فیاض اور سلیمان کی دلچسپ نوک جھونک اور عمران کی معصومیت جو آپ کو بے اختیار قہقہے لگانے پر مجبور کر دے گی۔

اشرف بک ڈپو۔ پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک قہقہہ بار انتہائی دلچسپ ناول

بلیک ٹینٹ

(مکمل ناول)

مصنف :۔ ایم اے راحت

• ——— انتہائی خوفناک درندے ——— جن کا وجود نہیں تھا ——— مگر انسانوں کو چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیتے تھے۔

• ——— ایسے ہی ایک خوفناک درندے پر اسٹین گن کا پورا برسٹ خالی کر دیا گیا مگر درندہ ہلاک نہ ہو سکا۔

• ——— اچانک بلیک ٹینٹ نمودار ہوتا۔ اسے دیکھا تو جا سکتا تھا مگر چھوا نہیں جا سکتا تھا۔ کیا واقعی بلیک ٹینٹ کا کوئی وجود نہیں تھا ——— یا ——— ؟

• ——— افریقہ کا پرنس جوزف بھی ان ماورائی درندوں کے سامنے بے بس ہو گیا۔ کیا وہ درندے واقعی ماورائی مخلوق تھی ——— ؟

• ——— بالآخر عمران نے ایک درندے کا شکار کر ہی لیا ——— مگر کیسے ——— ؟

• ——— پھولوں کی حسین وادی۔ انتہائی خوفناک درندے اور بلیک ٹینٹ۔ ہر طرف موت ہی موت۔

ناقابل یقین۔ سنسنی خیز اور انوکھی تخلیق

یوسف برادرز۔ پاک گیٹ ملتان